۲۴ر فروری ۱۹۹۴ء

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

- خلافت کے اقتصادی نظام کی اصولی اساس
- کشمیر برصغیر کی جدید تشکیل کا عنوان ہوگا؟
- بیت المال- بوسیدہ ٹاٹ میں مخمل کا پیوند

یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

عَنِ المِقْدَادِ (رضی اللہ عنہ) اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم یَقُوْلُ :

"لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰہُ کَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَذُلِّ ذَلِیْلٍ، اِمَّا یُعِزُّهُمُ اللّٰہُ فَیَجْعَلُهُمْ مِنْ اَهْلِهَا، اَوْ یُذِلُّهُمْ فَیَدِیْنُوْنَ لَهَا۔"

قُلْتُ: "فَیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰہِ"

(رواہ احمد فی "المسند" بسندٍ صحیح)

حضرت مقداد (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے! خواہ کسی سعادتمند کو عزت دے کر خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے ــــــ یعنی یا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو عزت عطا فرما دیگا اور کلمۂ اسلام کا قائل و حامل بنا دے گا یا انہیں مغلوب فرما دے گا کہ اس کے محکوم بن جائیں!"

حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا: "پھر تو واقعۃً دین کُل کا کُل اللہ ہی کے لیے ہو جائے گا!"

تربیت و تزکیہ

معاونین تحریک خلافت کی توجہ کے لئے۔

دوسرا سبق

نماز باجماعت کا اہتمام

ہمارا حسن ظن ہے کہ تحریک خلافت میں بطور معاون شمولیت اختیار کرنے والے تمام ساتھی نماز جیسے بنیادی اور لازم رکن اسلام کو باقاعدگی سے ادا کرتے ہوں گے اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر اس بات پر غور کیجئے کہ نماز صرف پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ قرآن و حدیث میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کی جائیں۔ نماز کی با جماعت ادائیگی کے انفرادی و اجتماعی سطح پر بے شمار فوائد و برکات ہیں اور اس سے غفلت اسی قدر نقصان دہ اور کم بختی کی علامت ہے۔ دو احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ۔ باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آپ کو (یعنی مسلمانوں کو) اس حال میں دیکھا ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والا یا تو بس کوئی منافق ہوتا تھا جس کی منافقت بالکل ظاہر ہوتی تھی یا کوئی بیچارہ مریض ہوتا تھا اور بعضے مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ (رواہ مسلم)

وعدے اور امانت کی پاسداری

قرآن و حدیث میں مومن کی یہ دو خوبیاں بتکرار بیان کی گئی ہیں: ایک یہ کہ وہ جب کسی سے کوئی وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے اور دوسرے جب اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھوائی جاتی ہے تو اس میں خیانت نہیں کرتا۔

دیکھئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صفات سے محروم افراد کے ایمان کی کس زور سے نفی فرمائی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شاد

باقی صفحہ ۲۳ پر

رمضان المبارک میں دورہ ترجمہ قرآن

احباب مطلع رہیں کہ اس سال رمضان المبارک میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نماز تراویح کے ساتھ دورہ ترجمہ قرآن ان شاء اللہ العزیز قرآن اکیڈمی ملتان میں کروائیں گے۔ ہمہ وقتی شرکت کے خواہش مند حضرات انجمن خدام القرآن پنجاب ۲۵؍ آفیسرز کالونی نزد چونگی نمبر۹ ملتان کے پتے پر رابطہ فرمائیں ۔ فون : ۳۰۴۵۱

کل پاکستان
تحریک خلافت کنونشن

تحریک خلافت پاکستان کے تنظیمی اور دیگر اہم امور کی انجام دہی کے ضمن میں پہلا کل پاکستان کنونشن ان شاء اللہ العزیز ۳؍ مارچ ۱۹۹۲ء بروز منگل ۱۱ بجے دن البدر ہوٹل ۔ کمیٹی چوک راولپنڈی میں منعقد ہوگا۔

معاونین تحریک خلافت پورے جوش و جذبے اور پابندی وقت کے ساتھ شرکت فرمائیں ۔

ناظم تحریک خلافت

خلافت بلڈنگ ۴؍ اے مزنگ روڈ لاہور پاکستان

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۴-۵

۱۱ تا ۲۴ فروری ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون:- ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے

سالانہ زر تعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زرتعاون برائے بیرونِ پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت —— ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش —— ۱۲ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ —— ۱۷ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا —— ۲۰ " "

افتتاحیہ

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک

امیر تنظیم اسلامی پاکستان، ڈاکٹر اسرار احمد کو خلافت کا علم بلند کئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور تحریک خلافت پاکستان بھی تاحال تنظیم کے ابتدائی مرحلے میں ہے لیکن خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نام لینے والے وہ پہلے شخص نہیں، یہ دھن بہت سے ذہنوں میں سمائی ہوئی ہے۔ عرب نوجوانوں کی جماعت "حزب التحریر" اس سلسلے میں بہت سرگرم ہے اور خود پاکستان میں تحریک بحالی خلافت، مجلس خلافت، خلافت اکادمی اور متعدد دوسرے عنوانات کے تحت دلوں میں بہت دنوں سے ایک ہی آرزو پرورش پا رہی ہے، یہ کہ لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو۔ مسلمانوں کو سلطانی جمہور راس آتی نظر نہیں آتی، علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی جس نے خیر القرون میں جنم جنم کی پیاسی انسانیت کی طلب پوری کی تھی۔ ہم مغرب کے انداز مستعار لینے کے باوجود جمہوریت کا کوئی ماڈل پیش کرنے کے قابل نہ ہو سکے، کبھی نہ ہو سکیں گے لیکن خلافت راشدہ کا ماڈل تو بنا بنایا ہمارے پاس موجود ہے جس پر دشمنوں کو بھی انگشت نمائی کی ہمت نہیں ہوتی۔

خلافت کا ڈنکا بجانے والے مسلمانوں نے انفرادی طور پر اور ان کی متعدد تنظیموں نے اجتماعی شکل میں اپنی اپنی بساط کے مطابق اس کی خوشبو کو پھیلانے کی کوشش کی ہے لیکن سچ ہے کہ ان میں سے اکثر نے تصوراتی ہیولے پیش کئے، کوئی معروضی نقشہ کار تاحال سامنے نہیں لا سکے۔ ایک بڑی کمی ان کے کام میں ان سوالات کے شافی جواب نہ دے سکنا ہے کہ روح عصر کے تقاضوں کو نظام خلافت میں کیونکر سمویا جائے گا اور وفور خواہش کے باوجود اسے برپا کرنے کا بحالات موجودہ عملی طریقہ کیا ہے۔ قرآن و سنت کی نصوص سے نظام خلافت کی تفصیل حاصل نہیں ہوتی، محض اجمالی اشارے ملتے ہیں تو اس میں حکمت یہی تھی کہ انسانی تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ان اصولی ہدایات کو اپنے اپنے زمانے کے لئے قابل عمل بنایا جائے گا۔ اس اعتبار سے خلافت کو انسانیت کے روگ کا علاج قرار دینے والوں کی ذمہ داری ہے کہ اس نظام حکومت کی سمجھ میں آنے والی تشریح و توضیح بھی کریں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو تحریک خلافت پاکستان کے داعی کو کسی اور شرف کا ادعا ہو یا نہ ہو، اس امتیاز کی سعادت ضرور انہیں حاصل ہوئی ہے کہ نظام خلافت کی جدید اصطلاحات کی زبان میں تعریف پیش کرنے کے قابل ہوئے، اس کا حلیہ بگاڑے بغیر عمرانی علوم کے ارتقاء کے ساتھ اسے ہم آہنگ کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس طریق کار کو بھی کھول کر بیان کرنے پر قادر ہیں جسے اختیار کر کے اس حسین خواب کی تعبیر دیکھنا ممکن ہے۔ انہوں نے منزل متعین کی، ایک راستہ دکھا دیا اور اب اس پر گامزن ہونے کے لئے ایک قافلہ بھی ترتیب دے رہے ہیں اور محض تائید و توفیق ایزدی کے طفیل اپنی اس کوشش میں بھی کامیاب ہوئے ہیں کہ ان سب مراحل میں اسوہ رسولؐ کے عروۃ الوثقیٰ سے بھی مضبوطی کے ساتھ چمٹے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا کئے رکھے اور حب عاجلہ میں کسی مختصر راستے یعنی Short Cut کی طرف راغب نہ ہونے دے تو ان راہوں کو وہ روشن کر ہی جائیں گے جن پر... اور آئیں گے عشاق کے قافلے۔

نظام خلافت کے علم بردار دوسرے حلقے بھی تحریک خلافت پاکستان کے حریف نہیں بلکہ حلیف ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی طلب صادق ہے، اس کے سر میں سودا تو اسی منزل کا سمایا ہوا ہے جس کا تعین خلافت کی اصطلاح نے کیا۔ ایک ہی منزل کی طرف بڑھنے والے سب قافلے ان شاء اللہ ایک نہ ایک دن کسی پڑاؤ پر یک جا ہو جائیں گے۔ آملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا جس میں مسلمانوں کے لئے کرہ ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی نوید ہے○○

الہدیٰ

سورۃ البقرہ

(آیات ۸۵'۸۶)

ترجمانی : حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ قتل کرتے ہو اپنوں کو' اور تم نکال باہر کرتے ہو اپنے ہی ایک گروہ کو انکی بستیوں سے' ان کے دشمنوں کے ساتھ ایکا کرتے ہو ان کے خلاف حق تلفی اور زیادتی کے ساتھ' اور پھر اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آتے ہیں تو ان کا فدیہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ ان کا نکالنا ہی تم پر حرام تھا'

(کہ اے بنی اسرائیل اگرچہ تم نے اللہ سے یہ پختہ عہد کیا تھا کہ تم آپس میں خونریزی نہیں کرو گے اور اپنے بھائی بندوں کو ان کی بستیوں سے جلا وطن نہیں کرو گے لیکن تمہاری تاریخ گواہ ہے کہ تم اس عہد کی بھی دھجیاں بکھرتے رہے ہو۔ جب تمہاری سلطنت "یہودیہ" اور "بنی اسرائیل" دو حصوں میں بٹ گئی تو تم نے باہم کشت و خون کا بازار گرم رکھا' اور یہاں مدینہ میں بھی تمہارے مختلف قبائل ایک دوسرے کے خلاف باہم دست و گریبان ہیں تمہارا حال یہ ہے کہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کر کے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف محاذ آرائی کرتے' ان کو ان کی بستیوں سے جلا وطن کراتے ہو' اور پھر جب وہ دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر ہو کر تمہارے پاس آتے ہیں تو ان کے ہمدرد و خیر خواہ بن کر ان کو فدیہ دے کر چھڑاتے بھی ہو کہ یہ تورات کا حکم ہے! حالانکہ جس تورات میں اپنے بھائیوں کو فدیہ دے کر چھڑانے کا حکم ہے اسی میں اپنے بھائیوں کو ان کی بستیوں سے نکالنے کی سخت ممانعت اور شدید مذمت بھی وارد ہوئی ہے!!)

کیا تم کتاب الٰہی کے ایک حصے پر ایمان رکھتے ہو اور اس کے دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟

(کہ تمہارے اس طرز عمل کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کے ایک حصے پر تمہارا ایمان ہے اور دوسرے حصے کو ماننے سے تم انکاری ہو! اگر اللہ کے ایک حکم کو تم اس بنیاد پر واجب اطاعت سمجھتے ہو کہ وہ تورات میں مذکور ہے تو دوسرے حکم کو کس بنا پر پاؤں تلے روندتے ہو جبکہ وہ بھی اسی تورات میں درج ہے!!!)

تو جو لوگ تم میں سے ایسا کرتے ہیں ان کی سزا دنیا میں رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں' اور روز قیامت یہ لوگ شدید ترین عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے' اور اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ تم کر رہے ہو○

(کہ یہ منافقانہ طرز عمل کہ اللہ کے کچھ احکامات کی بجا آوری کا تو پورا اہتمام ہو اور بعض دیگر احکامات کو سرے سے درخور اعتناء ہی نہ سمجھا جائے' دین کے تمسخر و استہزاء کے مترادف ہے۔ اور یہ چیز اللہ کے نزدیک کھلے کفر سے بھی زیادہ ناپسندیدہ اور قابل مذمت ہے۔ چنانچہ اس کی سزا بھی سخت ترین تجویز کی گئی۔ دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ ایسے لوگوں کا مقدر ہے۔ دنیا میں بد ترین ذلت و رسوائی ان کے حصے میں آئے گی اور آخرت میں وہ شدید ترین عذاب کے مستحق ٹھہریں گے ---- آج امت مسلمہ پوری دنیا میں جس طرح ذلت و رسوائی کی تصویر بنی نظر آتی ہے' مقام غور ہے کہ کہیں اس کا اصل سبب یہی نہ ہو جو اس آیت میں بیان ہوا۔ دین کے حصے بخرے کرنے میں ہم یہود کو کہیں پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔ دین اس وقت ہمارے ہاتھوں اس شعر کا مصداق کامل نظر آتا ہے کہ

اڑائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اپنے اس طرز عمل کی دنیوی پاداش ہم بھگت رہے ہیں' آخرت کے عذاب سے اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے!)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لی ہے' پس نہ تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مدد ہی پہنچے گی○

امریکہ پاک بھارت جنگ چاہتا ہے

کشمیر برصغیر کی جدید تشکیل کا عنوان ہو گا؟

خود مختار کشمیر کے نقشے میں رنگ بھرنے کے لئے لہو کا استعمال ضروری تھا

عبدالکریم عابد

پاکستان میں بزرگ سیاستدان ہمیشہ مار کھاتے رہے ہیں۔ بھٹو نے کشمیر اور معاہدہ تاشقند کو عنوان بنا کر اپنی سیاست چمکائی اور خرانٹ سیاستدان حیرت سے منہ دیکھتے اور اپنی ناکامی پر کف افسوس ملتے رہ گئے۔ اس بار پھر بزرگ سیاستدانوں کی ایک نوجوان کے ہاتھوں ہٹی ہوئی ہے اور آزاد کشمیر ہو یا مقبوضہ کشمیر' ہر طرف جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کے امان اللہ کا نام گونج رہا ہے حالانکہ جب انہوں نے کنٹرول لائن توڑنے کے ارادہ کا اعلان کیا تھا تو صرف بھارت کو اس پر تشویش تھی اور اس نے یہ مارچ رکوانے کے لئے بڑی طاقتوں سے رجوع بھی کیا تھا لیکن خود حکومت پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر مطمئن تھی کہ کوئی بڑا مسئلہ پیدا نہیں ہو گا۔

خیال تھا کہ اول تو امان اللہ کو منا لیا جائے گا کہ وہ اپنا ارادہ ترک کر دیں اور ایسا نہ ہوا تو بھی سو پچاس سے زیادہ آدمی ان کے ساتھ نہیں ہوں گے کیونکہ وہ کوئی مسلمہ قائد نہیں ہیں۔ کنٹرول لائن تک کا راستہ بھی دشوار گذار ہے اور ناموافق موسم کی وجہ سے یہ اور بھی دشوار ہو گیا ہے پھر اپنی جان پر کھیل کر بھارت کے فوجی درندوں کے سامنے جانے کی ہمت لوگوں میں نہیں ہو گی لیکن حکومت پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر دونوں حقیقت حال سے بے خبر تھے اور ان کے لئے یہ بات حیران کن تھی کہ امان اللہ کے ساتھ ہزاروں لوگوں نے ایک قافلہ کی شکل اختیار کر لی جنہیں نہ موسم کی سختیوں کی پروا تھی نہ جگہ جگہ رکاوٹوں کے پیدا کرنے سے ان کا عزم متاثر ہوا اور آخر کار ان پر فائرنگ کرنی پڑی۔

حکومت خفت مٹانے کے لئے کہہ رہی ہے کہ صرف چار افراد ہلاک ہوئے لیکن ہلاک شدگان کی تعداد زیادہ ہے اور اہم بات یہ ہے کہ امان اللہ کی قیادت میں کشمیریوں کے بے چین جذبات کا پوری طرح اظہار ہوا۔ یہ جذبات کا منظر حقیقی تھا اور ہمارے بزرگ لیڈر مصنوعی طریقوں سے جو بناوٹی فضا اور منظر پیش کرتے ہیں' اس کے برعکس امان اللہ کے قافلے کے مناظر میں سچائی تھی اور یہ بہت پر اثر تھا جس سے مغربی صحافی خاص طور پر متاثر ہوئے۔

امان اللہ کون ہے' کہاں سے آیا اور کون اس کے پیچھے ہے؟۔ ان پر اسرار سوالات کا جواب جو بھی ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر کا سارا منظر اس ایک شخص کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے۔ اس نئے ماجرے کو دیکھنے کے لئے مغربی ذرائع ابلاغ کے نمائندے دوڑے دوڑے آئے اور بین الاقوامی سطح پر کشمیر خبروں کا عنوان بن گیا جس نے عالمی ذہن کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرا لیا ہے۔ برطانیہ میں وزیراعظم جان میجر پہلے ہی اپنے دورہ بھارت کے موقع پر بھارت سے کہہ چکے تھے کہ مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں اور یہ طرز عمل چھوڑ کر بھارت کو مسئلہ کا حل نکالنا چاہئے' کنٹرول لائن کے واقعہ کے بعد برطانوی پارلیمنٹ کے کئی اراکین کے بیانات آئے ہیں جن میں کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کی گئی ہے لیکن اس حمایت کا ایک پہلو یہ ہے کہ بھارت اور پاکستان دونوں کو کشمیر کا ناجائز قابض بتایا جا رہا ہے اور ایک بالکل آزاد کشمیر کی حمایت کی جا رہی ہے جس میں پاکستان کے علاقے بھی شامل ہوں۔

برطانوی پارلیمنٹ کے حقوق انسانی کمیشن کے چیئرمین لارڈ ایولبری نے کشمیریوں کے ایک احتجاجی جلسہ کی صدارت کی جس میں انہوں نے کہا کہ پاکستان نے اپنی کشمیر پالیسی کے دیوالیہ پن کا مظاہرہ کیا ہے جو پر امن مارچ کرنے والوں پر فائرنگ کی ۔ اور یہ کہ کشمیر پر بھارت اور پاکستان دونوں نے نو آبادیاتی قبضہ کر رکھا ہے' اسے اپنی کالونی بنا لیا ہے چنانچہ اس پر سلامتی کونسل کو کارروائی کرنی چاہئے۔ اخبار گارجین نے لکھا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ حل نہ ہوا تو بھارت اور پاکستان میں ایٹمی جنگ ہو گی۔ اس مسئلہ کے حل کا وقت آگیا ہے' اب اس میں روس کا ویٹو رکاوٹ نہیں بن سکتا لہٰذا سلامتی کونسل مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لے۔

بین الاقوامی تبصروں کے بین السطور میں ایک خود مختار کشمیر کا تذکرہ اب دبے دبے لفظوں میں نہیں' کھلے بندوں ہو رہا ہے اور بین الاقوامی تبصروں سے قطع نظر اہم بات یہ ہے کہ امان اللہ کی تحریک نے آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر دونوں جگہ اس خیال کو طاقتور بنا دیا ہے کہ کشمیریوں کو ہندوستان اور پاکستان دونوں کے چنگل سے آزاد ہونا چاہئے۔ یہ خیال پہلے بھی کشمیر کے دونوں

حصوں میں موجود تھا لیکن اب اس میں زور بھی پیدا ہو گیا ہے اور تلخی بھی آگئی ہے کیونکہ لہو بہا ہے اور جہاں خون بہتا ہے وہاں جذبات انتہا پر چلے جاتے ہیں اور جذبات کی اس انتہا کے لئے آزاد کشمیر میں امان اللہ کے حامیوں اور حکومتی عناصر میں خون خرابہ ضرور ہو گا۔

جن لوگوں نے آزاد کشمیر کا منصوبہ بنایا ہے انہیں معلوم ہے کہ اس میں رنگ بھرنے کے لئے خون کا رنگ سب سے مناسب ہے اس لئے وہ اس کے انتظامات جلد کر لیں گے۔ یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ امان اللہ کا کنٹرول لائن پار کرنے کا معاملہ تو ملتوی ہو گیا ہے لیکن آزاد کشمیر حکومت کے خلاف ان کی محاذ شروع ہو گئی جس کی لپیٹ میں حکومت پاکستان بھی آئے گی۔ اگرچہ ابھی امان اللہ اس کوشش میں ہیں کہ مرکز سے زیادہ تصادم نہ ہو اور پہلے آزاد کشمیر کی حکومت کو اپوزیشن کے تعاون سے مفلوج کر دیا جائے تاہم اس میں وہ کامیاب ہو گئے تو دوسرے مرحلے میں پاکستان سے بھی عملی تصادم کا آغاز ہو جائے گا اور تصادم کا آغاز تو ہو ہی گیا ہے لیکن دونوں فریقوں نے اسے تاحال محدود رکھا ہے۔ آئندہ اسے محدود رکھنا ان کے لئے ممکن نہیں ہو گا۔

مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق اور جذبہ حریت کو آج سے نہیں، کافی عرصہ سے کچلا جا رہا ہے مگر پچھلے تین سال سے آزادی کی تحریک اور اسے کچلنے کی جوابی کارروائیوں میں ایسی شدت آگئی ہے جس کی نظیر نہیں ملتی اور یہ سب کچھ یونہی نہیں ہو رہا ہے۔ مغربی طاقتوں کو انتظار تھا کہ حالات کا وہ موڑ آ جائے جہاں کشمیر کو عنوان بنا کر برصغیر کی جدید تشکیل کے کام کی ابتداء کی جا سکے اور اب ان کے انتظار کے لمحات ختم ہو گئے ہیں اس لئے وہ حرکت میں آئیں گے اور "دولت مشترکہ ہند" یا "ریاست ہائے متحدہ ہندوستان" کے فارمولے سامنے آئیں گے۔ کہا جائے گا کہ یہ ایک پنتھ دو کاج ہو گا، اس سے کشمیر کے ساتھ مشرقی پنجاب کا بھی مسئلہ حل ہو گا اور سندھ کے موجودہ حالات کا بھی حل نکل آئے گا جہاں جئے سندھ نے سرکاری سرپرستی میں کافی طاقت حاصل کر لی ہے اور یہ جئے سندھ والے ایم کیو ایم کو اس کا علاقہ دے کر اپنے لئے لولا لنگڑا سندھ بھی غنیمت سمجھیں گے بشرطیکہ یہ انہیں مل سکے۔ اس سلسلہ میں ان کی امید بھی یہی ہے کہ جب کشمیر کے نام پر برصغیر کی جدید تشکیل کے لئے پیش رفت ہو گی تو ان کے لئے بھی سندھو دیش کا دروازہ کھل جائے گا۔

مغربی طاقتوں کو آخر کیا ضرورت ہے کہ وہ برصغیر کی جدید تشکیل کریں؟۔ ایک تو امریکہ کا یہ خیال ہے کہ ایشیا' افریقہ اور یورپ میں سرحدات کا تعین برطانوی ڈپلومیسی کا نتیجہ تھا۔ اس ڈپلومیسی میں ملکوں اور قوموں کو مہروں کی طرح ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑا کیا گیا تھا اور یہ بساط امریکہ کے لئے سرد جنگ کے دنوں میں تو کار آمد تھی' اب بے کار ہو گئی ہے۔ وہ ان ملکوں اور قوموں کو ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے رکھنے کی بجائے ان میں صلح و مصالحت سے ایک نیا ورلڈ آرڈر پیدا کرنا چاہتے ہیں جس میں امریکی تخت کو سب خوشی خوشی اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں یا ایک "ورلڈ گورنمنٹ" کے تحت سب آ جائیں اور اس کی ہر بات تسلیم کریں لیکن اس نئی دنیا کی راہ میں ان ملکوں اور قوموں کی باہمی رنجشیں، رقابتیں اور جھگڑے حائل ہیں۔ وہ ان کا تصفیہ کرانا چاہتے ہیں مگر اس میں انہیں کامیابی نہیں ہوتی۔

ادھر برصغیر ہی میں دیکھئے تو نہ ہندوستان مان کر دیتا ہے نہ پاکستان' اس لئے دونوں کے غباروں سے ہوا نکالنا پہلے ضروری ہے اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ان کی وحدت کو ختم کر دیا جائے اور منقسم کر کے انہیں کمزور اور بے بس بنا دیا جائے جیسے کہ آج سوویت یونین ہو چکا ہے۔ مغربی طاقتیں سوویت یونین کا یہ حشر کر سکتی ہیں تو تیسری دنیا اور برصغیر کس گنتی میں ہے؟۔ امریکہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ برطانیہ نے مذہبی جنون اور تعصب کی بنیاد پر ہندوستان اور پاکستان کو بنایا تھا اور جب تک یہ ملک جوں کے توں قائم ہیں' مذہبی تعصب بھی برقرار رہے گا اور نیو ورلڈ آرڈر میں حائل ہو گا۔ اس مذہبی تعصب کو ختم کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہر جگہ علاقائی اور لسانی تعصب کو ابھارا جائے اور اس تعصب کی مدد سے مذہبی تعصب کو توڑ دیا جائے۔ بعد میں لسانی تعصب بھی چلنے والی چیز تو ہے نہیں' خون خرابی کے بعد عقل آ ہی جائے گی اور ایک نیا اتحاد یا کنفیڈریشن حقیقت پسندانہ بنیادوں پر بن جائے گا۔

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ یہ ملک جب تک بڑے ہیں' فوجی اور ایٹمی طاقت بننے کی خواہش بھی دل سے محو نہیں کر سکیں گے اس لئے انہیں اگر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بانٹ دیا جائے تو فوجی اور ایٹمی طاقت کے خبط کا بھی ازالہ ہو سکے گا۔ پھر یہ چھوٹے ہونے کے بعد اقتصادی طور پر بھی کوئی ایسی طاقت نہیں بن سکیں گے کہ مغرب سے اس کی منڈیاں چھین سکیں اور چھوٹے چھوٹے ہونے کی صورت میں ان کا جو اتحاد ہو گا' اس کی چابی ہماری مٹھی میں ہو گی کہ ان دانوں کو پرو کر رکھیں یا ایک جھٹکے سے دھاگہ توڑ کر سب موتی بکھیر دیں۔

یہ ہے صورت حال اور اس سے نپٹنے کے لئے ہندوستان اور پاکستان کی قیادت اور حکومت کے پاس تدبر ہونا چاہئے لیکن تدبر کی بجائے ہر جگہ حماقت کا غلبہ ہے اور اس بیوقوفی کے عالم میں برصغیر وہیں جا رہا ہے جہاں اسے لے جانے کا منصوبہ ہے۔

جہاں تک امان اللہ صاحب کا تعلق ہے' ان کے آئی ایس آئی کے افسروں سے خصوصی مراسم رہے ہیں اور سردار قیوم کہتے رہے ہیں کہ آئی ایس آئی ان کے خلاف سازشوں میں ملوث ہے اور ان کے مخالفین کی سرپرستی کرتی ہے۔ بایں ہمہ امان اللہ صاحب نے اپنی تحریک کے ضمن میں آئی ایس آئی کے مشوروں کو بھی مسترد کیا۔ انہیں میجر جنرل اسد درانی نے جو آئی ایس آئی کے نئے چیف ہیں' خبردار کیا تھا کہ ان کا مارچ ناقابل برداشت حرکت ہے لیکن امان اللہ اپنی تحریک پر قائم رہے۔

ایک حیران کن بات یہ ہے کہ انہیں گرفتار نہیں کیا گیا جب کہ معمولی معمولی بات پر گرفتاریاں عام ہیں۔ کیا حکومت امان اللہ سے ڈر گئی تھی یا امان اللہ کو خاص تحفظ حاصل ہے جس کی وجہ سے انہیں پکڑا نہیں جا سکتا؟ یا حکومت یہ سمجھتی تھی کہ گرفتاری سے حالات مزید خراب ہوں گے اور حکومت پاکستان کے خلاف جذبات بھڑک جائیں گے۔ حکومت کے سربراہ اور دہ حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے سارے معاملے کو تحمل کے ساتھ نبٹایا ہے اور تصادم سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ شاید ان کی بات صحیح ہے لیکن امان اللہ نے چنگاری کو شعلہ بنا دیا ہے' یہ اب ضرور بھڑکے گا۔

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ امریکہ

باقی صفحہ ۲۳ پر

حسن اتفاق ہے کہ آپ کے خیالات و رجحانات اور مجھ ناچیز کی سوچ میں بہت حد تک مطابقت پائی جاتی ہے جو میرے لئے یقیناً باعث صد افتخار ہے۔

"نظام خلافت" کا پمفلٹ بغور مطالعہ کیا۔ میری رائے کے مطابق موجودہ حالات کے تقاضوں کی ضروریات کے پیش نظر یہ کتابچہ نفس مضمون کے اعتبار سے انتہائی واضح اور متعلقہ پہلوؤں کا مکمل احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسے پڑھ کر تشنگی کا احساس نہیں ابھرتا'..... اختلاف کیا جا سکتا ہے!

تعارفی تمہید' تاریخی و واقعاتی اور نظریاتی طور پر نہایت موزوں ہے۔

نظام خلافت کے خدوخال میں شق اول نہایت متوازن انداز میں نمایاں کی گئی ہے۔

شق نمبر ۳ اس شق سے مجھے کاملاً اتفاق ہے۔

شق نمبر ۲ ووٹ کے حق کے متعلق آپ کی تشریح و توضیح کو ہی درست مانتا ہوں۔

اسی طرح شق نمبر ۴ میں صوبائی عصبیت کی لعنت کے خاتمہ کے لئے کمشنریوں کو صوبوں کا درجہ دینے کا بھی قائل ہوں۔ مجموعی طور پر "نظام خلافت" اپنی نوعیت و ابلاغ کے لئے خود کفتی پمفلٹ ہے اور کسی مزید توضیح و توجیہہ کا محتاج نہیں۔ اس خط کے ساتھ شریعت اسلامی کے نفاذ سے متعلق اپنا ایک تبصرہ بھیج رہا ہوں' امید ہے آپ ملاحظہ فرمائیں گے پھر کسی ملاقات میں بشرط زندگی زبانی بھی کچھ عرض کروں گا۔ اپنا عہد نامہ تعاون بھی پیش خدمت ہے۔

نیاز مند

(سید) معین الدین۔ ایڈووکیٹ

معین لاء چیمبرز' لاہور

ایک مقامی بکسٹال پر "ندائے خلافت" نظر آیا تو فوراً خرید لیا چونکہ تحریک خلافت پاکستان سے اس سے پہلے تھوڑی سی شناسائی تھی۔ تحریک خلافت کا پاکستان میں انقلاب لانے کے لئے ایسے ہفت روزہ کا اجراء اشد ضروری تھا تاکہ عوام الناس اور معاونین تحریک خلافت پاکستان کو اس سلسلے میں تازہ ترین معلومات اور صورت حال سے آگاہی ہوتی رہے۔ جریدے کی ایک نمایاں خصوصیت اس کی کم قیمت ہے۔ جو کہ ہر کسی کو مجبور کرتی ہے کہ اسے خریدا جائے۔ جہاں تک کسی تحریک سے وابستہ افراد کا تعلق ہوتا ہے تو ان کے لئے سب سے مقدم تحریک کا کاز ہوتا ہے۔

معاونین تحریک خلافت اور عوام الناس میں تحریک خلافت کا شعور پیدا کرنے کے لئے مقامی طور پر محلوں کی سطح پر کمیٹیوں کی تشکیل نہایت ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی انقلاب برپا کرنے کے لئے عوام الناس کی تربیت بہت ضروری ہوتی ہے۔

داعی تحریک خلافت اور آپ کے لئے بہت سی نیک خواہشات اور دعائیں۔

ڈاکٹر محمد سلیم

گوجرانوالہ

شیخوپورہ میں کوئی اجلاس یا میٹنگ نہ ہونے کی وجہ سے معاونین خلافت کا فارم تو پر نہیں کیا تاہم یہ ایک ایسا لازمی اور ضروری کام ہے کہ مجھے اس کے فدائی معاونین کی فہرست میں شامل کر لیں آپ نے جو قدم اٹھایا ہے بلاشبہ ملت کی نشاۃ ثانیہ اور حیات نو کے لئے بے حد اہم ہے مگر دو وجوہ سے ڈر رہا ہوں۔ انقلابی اقدام کو نہ صرف ملک کے اندر سے سرمایہ پرستوں کی طرف سے ناکام بنایا جائیگا۔ بلکہ بین الاقوامی سیاست بھی اس کی مخالفت کرے گی۔ عام مسلمان اس اقدام کے ثمرات کو نہیں دیکھ سکتا مگر تاریخ کا طلب علم جانتا ہے کہ قیام خلافت نیم مردہ مسلمانوں کو تازہ خون دینے والی بات ہے۔ ایسا نیم مردہ جس نے اگر آنکھیں کھول دیں اور بستر مرگ سے اٹھ کھڑا ہوا تو باطل کے ایوان لرز جائیں گے اور دجالان عصر غش کھا کر گر جائیں گے۔ دوسرا ڈر اس بات کا ہے کہ نام نہاد خلافتوں کا دور بھی امن کا دور نہ تھا' یہاں تک کہ خلافت راشدہ کے دور میں ہی فتنہ پرداز اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے کراچی کے اجلاس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وضاحت کی تھی کہ امیر معاویہ کا دور کیوں خلافت راشدہ میں شمار نہیں ہوتا اس لئے کہ انہوں نے خلافت پر زبردستی قبضہ جمایا میرے خیال میں خلافت راشدہ کے دور کو ہم یہ نام اس لئے دیتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں شریعت کے احکام کو بالادستی حاصل تھی' قرآنی احکام ہر جگہ جاری تھے اور اس دور کے مسلمانوں کی زندگی ہمارے لئے ایک نمونہ خلافت الہیہ بلکہ فلاحی مملکت ہے۔ ان چاروں خلفاء کے بعد جتنے بھی خلفا آئے' ان کے دور میں خلاف شریعت کام شروع ہوگئے بلکہ خلیفہ کہلوانے والے خود ایسے کام کرنے لگے جو مسلمان کے لئے جائز نہ تھے۔ اسی لئے ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز" کو پانچویں خلیفہ راشد شمار کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود اور انکی زندگی اسلام کی عملی تصویر تھے بہرحال اس قافلہ کو چلنا چاہیے۔ ممکن ہے آگے چل کر ایسے لوگ بھی ہم قدم ہوجائیں جن کی آواز انقلاب برپا کرسکے۔

بشیر احمد

شیخوپورہ

کافی عرصہ پہلے یعنی تحریک خلافت کے اجراء سے کچھ عرصہ قبل کا ایک خواب لکھ رہا ہوں جو کہ آپ کے متعلق میں نے دیکھا کہ آپ ایک بس کو ڈرائیو کررہے ہیں۔ اس میں کچھ لوگ بیٹھے ہیں اور میں آپ کے بالکل پیچھے بیٹھا ہوں۔ آپ کے بازو موٹے موٹے اور طاقتور تھے اور بڑی پھرتی اور مہارت سے آپ ایک تنگ پہاڑی راستے پر گاڑی چلا رہے تھے ایک دو دفعہ گاڑی اپنے ٹریک سے اتری مگر آپ نے پھر جلدی سے ٹریک پر ڈال دی۔ منزل پر یا راستے میں پڑاؤ ہوا تو آپ نے مجھے کھانا لگانے کی فرمائش کی۔ میں نے عرض کیا کہ روٹیاں کم ہیں تو آپ نے فرمایا دعا کرد یا دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ برکت فرمائے گا اور پھر یہی ہوا کہ تھوڑی سی روٹی سب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری ہوگئی۔ یہ خواب ہی دراصل آپ کو خط لکھنے کا محرک تھا ورنہ دوسری بات سرراہے بیان ہوگئی۔

محمد صادق

پیرس' فرانس

محترم نہ مجھ کم فہم وکم علم کو آداب تسلیمات کا علم اور نہ ہی انداز تحریر کا' لکھنے کی نوبت آئی تو

اس واسطے کہ آپ کو اس حقیقت سے مطلع فرما دوں جس کے سبب ندائے خلافت کے باوجود بھی دوری رہی۔

پیشہ وارانہ مصروفیات کے سبب جب ٹھیک پورے ایک ماہ بعد کل گھر پہنچا تو "ندائے خلافت" نے ساری توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ اسے پڑھ رہا تھا کہ گھر والوں نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ اس کے پہلے دو شمارے بھی آپ کی راہ تک رہے ہیں۔

محترم آپ نے مجھے تحریک خلافت میں بطور ادنی کارکن شامل فرما کر میری ذات پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ میں اس حوصلہ افزائی پر صدق دل سے مشکور ہوں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ صرف مذہبی بنیاد پر پاکستان کا حصول ایک کڑی آزمائش تھی۔ اسی نوعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوذہنیت نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ پاکستان چند دن کا مہمان ہے۔ ان کے اس دعوے کو اس لحاظ سے اور بھی تقویت ملی کہ معمار وطن کی روح قفس عنصری سے بہت ہی جلد آسمان کی بلندیوں کی طرف پرواز کر گئی خدا جانے وہ کیا کرتے کیا نہ کرتے' بہرکیف ان کے بعد جو بھی ہوا برا ہوا۔ کیوں کہ اس ملک کی باگ ڈور حرص و ہوس کے ان بندوں کے ہاتھوں میں آگئی جنہیں انگریز حکومت نے اپنی وفاداری کے بدلے جاگیریں سونپی تھیں اور جب ان لوگوں کو اس طرح کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے نام نہاد ملاؤں کو ساتھ ملا لیا۔ اور پھر ان نام نہاد ملاؤں نے شریعت بلوں کے ذریعے کچے پکے مذہبی عقائد رکھنے والے سادہ دل بندوں کو بے وقوف بنایا۔ نہ معلوم یہ بل کتنا عرصہ اسلام کو ذلت و رسوائی کی شورشوں میں گھیرے رکھے گا۔ یہاں پر اقتدار کی ہوس میں ہونے والی جنگ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اسمبلیوں کا نااہل قرار دیا جانا اسی کی ایک کڑی ہے۔ نہ معلوم ابھی کتنے برس ان کی یہ آنکھ مچولی جاری رہے گی اور کیا عجب اس اثنا میں اس نیم مردہ قوم میں جان ڈالنے کے لئے کوئی خدائی فرستادہ اتر آئے۔ بہرکیف ڈاکٹر صاحب! مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اتنے طویل تجربات کے بعد تو کم فہم بھی سمجھ جایا کرتے ہیں۔ پھر ہماری قوم تو اقبالؒ کے خودی کے پیغام کو خوب سمجھتی ہے' اقبال ہی کے ایک شیدائی کی آواز پر کیوں لبیک کہے گی! انشاء اللہ وہ وقت جلد آئے گا جب آپ اس کٹھن کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں

"شورائی خلافت کا قصیدہ"

(خاص برائے ندائے خلافت)

خلافت کا مقدر کامرانی　　دلوں پر ہے اسی کی حکمرانی
ہے استحکام اس کے دم قدم سے　　ہے شوریٰ کی بھی وہ بانی مبانی
ہیں خاموشی میں بھی اس کے معانی　　اور اس کا نطق حکمت کی نشانی
تخیل میں حسیں پیکر ہے اس کا　　تصور میں عطائے جاودانی
نظام زندگی اس کو ملا ہے　　نہیں دنیا میں جس کا کوئی ثانی
مسلمانوں میں الفت کی ہے ضامن　　اخوت کی بہار بے خزانی
حیات جاوداں کی روشنی ہے　　دل مسلم میں اس کی ضوفشانی
وہ دشمن ہے اندھیرے کی ازل سے　　ازل سے ہے وہ اک صبح سہانی
وہ سرچشمہ ہے ہر حسن عمل کا　　وہ سیل نور ایماں کی روانی
شریعت پر مدار زندگی ہے　　ہے اس کی راہ' راہ کہکشانی
قرآں ہے کارواں سالار اس کا　　نبیؐ کا قول اس کی ترجمانی
وہ ملت کی بہار جاں فزا ہے　　ہے شادابی میں اپنی غیر فانی
دکھاتی ہے نشان راہ منزل　　اس کی پیروی ہے کامرانی
وہ زخم دل کا مرہم بھی ہے لیکن　　عطا بھی کرتی ہے سوز نہانی
وہی ضامن ہے حسن آخرت کی　　وہی دنیا کا حسن زندگانی

مداوا ہے غم دنیا کا اسرار
اسی کے در کا صدقہ شادمانی

اسرار احمد سہاوری

گے۔ میں انشاء اللہ تادم حیات اس کی تکمیل میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ اور جوانی لٹانے میں ذرا بھی دریغ نہ کروں گا۔

محترم! گھبرائیں نہیں' ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے۔ لوگوں کو انقلاب کے لئے تیار کرنے میں دشواری تو آئے گی مگر صبر کے جام پینا پڑیں گے۔ آپ ذرا اندازہ فرمائیں کہ اقتدار کی ہوس میں بھی لوگ جب قوم کو اپنا حامی و مددگار بنا کر مطلب نکال لیتے ہیں تو پھر ہم کیوں گھبرائیں' ہمارا تو خدا حامی و ناصر ہے۔ع

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے

انشاء اللہ قلیل وقت میں ہی وہ اس کٹھن راستہ پر ہمیں اپنے ڈھیروں بندوں کی مدد سے نوازے گا۔ کیونکہ اب ہم نے اپنی تقدیر کو بدلنے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔ اب ہم اس بات سے آگاہ ہو چکے ہیں کہ ۔

خود بخود ٹوٹ کے گرتی نہیں زنجیر کبھی
بدلی جاتی ہے' بدلتی نہیں تقدیر کبھی

نہ ہم اپنے ارادے تبدیل کریں گے اور نہ ہی اپنی جانوں کے نذرانہ پیش کرنے سے گریزاں ہوں گے۔ ۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے!

انشاء اللہ ہر موڑ پر آپ اپنے اس ادنی و حقیر خادم کو اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔

عبدالسلام انصاری
بستی محمد پور شجاع آباد

ایک خط محترم و مکرم ڈاکٹر اسرار احمد کی طرف سے ملا تھا' جس میں تحریک خلافت پاکستان کے معاونین میں میری شمولیت کا ذکر تھا دوسرا خ

باقی صفحہ ۲۳

اسلام انسان کے طبعی تقاضوں کی فطری انداز میں تسکین کرتا ہے۔

خلافت کے اقتصادی نظام کی اصولی اساس

.... اور موجودہ نظامہائے معیشت سے اس کا موازنہ

سرمایہ دارانہ اقتصادیات کی سب خوبیاں سود کی نجاست سے خرابیاں بن گئیں

۳۱ر جنوری کو ڈاکٹر اسرار احمد کا جامع القرآن ' ماڈل ٹاؤن لاہور میں خطاب جمعہ

ندائے خلافت کی تنگ دامانی کے پیش نظر یہ اصولی فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ آئندہ امیر تنظیم اسلامی اور داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خطابات عام یا خاص خاص تقاریر کا صرف خلاصہ ہی دیا جایا کرے گا۔ اگلے شمارے میں زیر نظر خطاب جمعہ کی دوسری اور آخری قسط دینے کے بعد ہم اس اصول کی پوری طرح پابندی کریں گے تاکہ مواد مطالعہ کا تنوع برقرار رکھنے کے لئے دوسری چیزوں کو بھی حصہ رسدی جگہ ملتی رہے--- مدیر

خلافت کا لفظ اگرچہ اسلام کے سیاسی نظام کے لئے ایک اصطلاح ہے لیکن میں نے اسلام کے معاشی نظام کی وضاحت کے لئے بھی اسی لفظ کو استعمال کیا ہے۔ چنانچہ میرا موضوع "عہد حاضر میں نظام خلافت کا معاشی اور اقتصادی ڈھانچہ" ہے۔ اصطلاح میں اسلام کے سیاسی نظام کے لئے خلافت کے لفظ کے استعمال کی وجہ تو ظاہر ہے کہ اسلام کے سیاسی نظام کا اصل الاصول انسانی حاکمیت کی نفی ہے اور اسی کے لئے خلافت کا عنوان تجویز کیا گیا۔ دنیا میں انسان کی حیثیت خلیفہ کی ہے جبکہ حاکم اللہ ہے۔

انسانی حاکمیت کی نفی

جہاں تک انسانی حاکمیت کی نفی کا تعلق ہے' قرآن مجید میں اس کے لئے مثبت منفی دونوں اسلوب اختیار کئے گئے **"انی جاعل فی الارض خلیفة"** اور **" ان الحکم الا للہ "** کسی کو حکم کا اختیار نہیں سوائے اللہ کے۔ اس سے مراد حکم مطلق ہے۔ البتہ اللہ کے حکم کے تحت حکم دیا جاسکتا ہے جیسے کہ ایک ملکی دستور ہوتا ہے اور باقی قوانین دستور کے تابع بنتے ہیں۔ پھر ان قوانین کے نیچے ذیلی قوانین و ضوابط ہوتے ہیں جن کا تعلق مختلف محکموں اور شعبوں سے ہوتا ہے۔

تاہم ان سب میں بالاترین دستور ہے' پھر ذیلی قوانین کا نمبر آتا ہے اور اس سے نیچے اصول و ضوابط (Rules & Regulations) ہیں۔ یہ سارا سلسلہ تدریجا ہے۔ تو اللہ کی اطاعت کے تابع اطاعت ہو سکتی ہے اور اسی معنی میں ہمارے ہاں لفظ حاکم استعمال ہوتا رہا۔ فلاں ملک کا حاکم یا فلاں شہر کا حاکم۔ درحقیقت ان الفاظ کا استعمال حقیقی نہیں مجازی ہے کیونکہ حاکم حقیقی اللہ ہے۔

انسان کی مجازی حاکمیت

اللہ تعالی کے حکم کے تابع اور اس کے دائرے کے اندر اندر کوئی حکم دیتا ہے تو اس کی اطاعت کی جائے گی۔ صرف ایک اطاعت ایسی ہے جس کو ہم مطلق بھی شمار کرسکتے ہیں اور وہ رسولؐ کی اطاعت ہے لیکن وہ بھی عملی اعتبار سے تو مطلق ہے نظری اعتبار سے مطلق نہیں۔ اس لئے کہ رسولؐ کی اطاعت بھی درحقیقت اس بنیاد پر ہے کہ وہ اللہ کے نمائندے ہیں۔ "جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اصل میں اللہ کی اطاعت کی" اور "ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے"۔ معلوم ہوا کہ نظری اور اصولی اعتبار سے رسولؐ کی اطاعت بھی مطلق نہیں' ذاتی اطاعت نہیں ہے بلکہ یہ اطاعت اللہ کی اطاعت کے تابع ہے اور اس لئے ہے کہ رسول نے اللہ تعالی کی نمائندگی کی جو ان کی ذمہ داری ہے۔

اطاعت رسولؐ کی حیثیت

نبی اکرم کی اطاعت بھی اصل میں شخصی اطاعت نہیں کیونکہ یہ اطاعت بحیثیت نبی ہے لیکن چونکہ نبی اللہ کا نمائندہ ہے' اسے وحی خفی بھی آتی ہے اور وحی جلی بھی چنانچہ جہاں وہ حکم دے گا ماننا پڑے گا۔ میں نے جو آیت ابتداء میں تلاوت کی تھی اس میں اسلام کے معاشی نظام کا اصل الاصول اور ہدف (Target) بیان ہوا ہے۔ وہ چند الفاظ یہ ہیں کہ **" کی لا یکون دولة بین الا غنیاء منکم "** یعنی "تاکہ ایسا نہ ہو کہ دولت تمہارے امیروں ہی کے مابین گردش میں رہے"

خلافت کے نظام معیشت کا ہدف

اصل ہدف یہ ہے کہ دولت کی مساوی تقسیم (Equitable Distribution ہونی چاہیے۔ اللہ نے جو کچھ اس زمین میں بنایا ہے اور جو بھی معاش کے وسائل و ذرائع رکھے' ان میں سے سب کو حصہ ملنا چاہیے۔ ایسا نظام ہونا چاہیے جس میں ارتکاز دولت نہ ہو (Haves & Have Nots) یعنی متمول اور محروم لوگوں کے طبقات وجود میں نہ آجائیں بلکہ دولت کی ایک منصفانہ تقسیم ہوسکے۔

یہی اصل ہدف ہے اس کے اصول اور ذرائع کیا ہیں؟ یہ ایک علیحدہ باب ہے تاہم اسی آیت کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے کہ **وما اٰتکم الرسول فخذوہ و مانھٰکم عنہ فانتھوا** "یعنی جو تمہیں رسول دیں اسے مضبوطی سے پکڑو اور تھام کر رکھو اور جس چیز سے روک دیں، رک جاؤ۔ اس لئے کہ وہ اللہ کے نمائندے ہیں' انہیں وحی خفی آتی ہے اور وحی جلی بھی آتی ہے۔ یہاں ہمارے ہاں افراط و تفریط ہوا ہے کہ منکرین حدیث رسولؐ کی اطاعت کو مطلق بالکل ہی نہیں مانتے بایں معنی کہ قرآن سے علیحدہ بھی ان کا کوئی حکم ہو سکتا ہے۔ ان کی یہی اصل گمراہی ہے اس لئے کہ وہ قرآن کو یعنی صرف وحی جلی کو مانتے ہیں۔

وحی جلی اور وحی خفی

ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن وحی جلی ہے لیکن ہمارا صرف اسی پر انحصار نہیں اس لئے کہ رسولوں کو اللہ کی طرف سے رہنمائی صرف وحی جلی کی شکل میں نہیں آتی تھی بلکہ وحی خفی کی شکل میں بھی آتی تھی۔ جس کی ہم تلاوت کرتے یہ "وحی متلو" ہے اور یہی وحی جلی ہے۔ اس کا ایک ایک حرف وحی ہے لیکن اور بھی رہنمائی ہوتی تھی۔ یہ الہام ہوتے تھے' القاء ہوتے تھے اور رویاء صادقہ ہوتے تھے۔ اللہ کسی ذریعے سے بات دل میں ڈال دیتا تھا۔ جیسے کہ حضورؐ فرماتے تھے کہ **"نفس فی روعی"** "میرے دل میں اللہ نے ایک بات ڈال دی ہے۔ اب یہ وہ چیزیں ہیں جو وحی جلی نہیں تھیں۔

وحی خفی کی مثالیں

ہجرت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۶ مہینے تک جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اس کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں تھا لیکن بعد میں جب تحویل قبلہ کا حکم آیا تو فرمادیا گیا کہ ہم نے جو اس وقت آپ کو حکم دیا تھا کہ قبلے کا رخ اس طرف کرلو وہ اس لئے دیا تھا کہ **"وما جعلنا القبلة التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ"** "یعنی ہم نے وہ قبلہ اس لئے معین کیا تھا کہ ہم دیکھ لیں کہ کون ہیں جو رسولؐ کی پیروی کرنے والے ہیں اور کون ہیں جو الٹے پاؤں پھر جانے والے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس میں، قبلے کا پہلا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے Own کیا کہ ہم نے اس کو قرار دیا تھا حالانکہ اس بارے میں قرآن مجید میں کوئی آیت موجود نہیں ہے۔

اسی طریقے سے سورۃ نساء میں آیت آئی ہے کہ مسلمانو جب تم مکے میں تھے تو تمہیں کہا گیا تھا **"کفوا ایدیکم"** "اپنے ہاتھ باندھے رکھو لیکن مکی قرآن میں کہیں یہ آیت نہیں ملتی کہ یہ حکم کیسے اور کب دیا گیا تھا؟ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسولؐ کو صرف وحی جلی ہی نہیں آتی بلکہ وحی خفی بھی آتی ہے۔ اس اعتبار سے ہمارے اور منکرین حدیث کے درمیان تو واضح فرق ہوگیا تاہم جو لوگ سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کا ہر معاملہ ہر فعل حکم ہے تو یہ بھی افراط و تفریط والی بات ہے وہاں بھی دیکھنا ہوگا کہ بعض کام آپ عادتاً کرتے تھے۔

ایک اور اصولی رہنمائی

اس سلسلے میں ایک بہت بڑا واقعہ ہمارے لئے اصولی رہنمائی کا حامل ہے۔ یہ "تابیر نخل" والا واقعہ ہے۔ تجرباتی علوم کی حد تک حضورؐ نے امت کو آزاد کردیا کہ تم اپنے تجرباتی علوم سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ میں یہ علوم سکھانے نہیں آیا۔ وہ معاملہ مصنوعی زرپاشی (Artificial Pollination) کا معاملہ تھا۔ آپؐ باغبانی کے فن سے وقت واقف تھے نہ زراعت اور کھیتی باڑی کے فن سے واقف تھے۔ قریش کا پیشہ تجارت تھا' آپ نے بھی تجارت کی اور اس کے تمام قواعد و ضوابط سے آپ آگاہ تھے۔ مدینے آئے تو یہ زرعی علاقہ تھا۔ یہاں کے لوگ کھجوروں کے نر اور مادہ پھولوں کو قریب لے آتے تھے تاکہ ان کی زرپاشی (Pollination) اور ملاپ (Fertilization) بہتر طریقے پر ہوجائے تو فصل اس سے زیادہ ہو۔ حضورؐ نے جب دیکھا کہ فطرت کے معاملے میں ایک مصنوعی تدبیر اختیار کی جارہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ اگر ایسا نہ کریں تو کیا ہے۔ محض یہی استفہامیہ الفاظ تھے' آپ نے حکم نہیں دیا لیکن چونکہ صحابہ کرامؓ کی حضورؐ کے ساتھ ایک محبت اور عقیدت تھی انہوں نے اس عمل کو چھوڑ دیا کہ حضورؐ نے جب فرمایا ہے تو ٹھیک ہے ہمیں نہیں کرنا چاہیے نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال فصل کم ہوگئی۔ اب انہوں نے ڈرتے جھجکتے حضورؐ سے عرض کیا کہ حضورؐ آپ نے فرمایا تھا کہ ایسا نہ کرو تو کیا ہے چنانچہ ہم نے نہیں کیا لیکن اس دفعہ فصل کم ہوگئی۔ آپ نے فرمایا **"انتم اعلم بامور دنیاکم"** یہ تو تمہارے تجرباتی معاملات ہیں اور تم بہتر جانتے ہو۔ میں تمہیں اس ضمن میں کوئی حکم دینے نہیں آیا' اپنے تجربے سے فائدہ اٹھاؤ البتہ اگر کوئی حکم آگیا قرآن میں اور حدیث میں اور حضورؐ نے فرمادیا تو۔وہ قیامت تک کے لئے نافذ (Binding) ہوگیا۔

حضورؐ کا حکم اور مشورہ

گویا اصل الاصول یہ ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہے' حکم دینے کا اختیار مطلق اللہ کو ہے رسولؐ کا حکم بھی درحقیقت اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے ہے اور اس اعتبار سے مطلق ہوجائے گا۔ جو حکم دیں گے ماننا ہوگا۔ تاہم حکم اور ہے مشورہ اور ہے۔ کسی بات میں خود حضورؐ نے ترمیم کرلی ہو تو وہ بات اور ہے لیکن جہاں حکم ہے اور قائم ہے' وہ واجب الاطاعت ہے۔ البتہ اس کے بعد ساری اطاعتیں اس کے تابع ہوجائیں گی کہ **اطیعو اللہ واطیعو الرسول و اولی الامر منکم** " اسی لئے " **اطیعو ا**" کا لفظ دونوں مرتبہ لائے "**اطیعوا اللہ و اطیعوا لرسول**" لیکن آگے تیسری مرتبہ اطیعوا کا لفظ نہیں آیا جبکہ فرمایا "**واولی الامر منکم**"

اولی الامر کون ہیں؟

"اولی الا مر" میں بہت سے لوگ شامل ہیں۔ والدین بھی صاحب امر ہیں۔ گھر کے اندر والد کنبے کا سربراہ ہے' اس کا حکم ماننا ہوگا۔ بیوی کے لئے شوہر صاحب امر ہے اسے اس کا حکم ماننا ہوگا۔ اسی طرح جو بھی سیاسی نظام ہے یا انتظامی ڈھانچہ ہے اور اس میں کوئی کسی صوبے کا گورنر ہے تو اس کا کہنا ماننا ہوگا۔ فوج میں اس کا سپہ سالار صاحب امر ہے۔ لیکن چھوٹے دستے ہیں اور میمنہ یا میسرہ ہے تو ان کے الگ الگ کمانڈر اپنی اپنی جگہ صاحب امر ہیں =۔ چنانچہ یہ جو صاحب امر ہونے کا معاملہ ہے اس کا شجرہ بہت طویل ہے لیکن ہر جگہ ایک اصول برقرار رہے گا کہ " **لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**" یہ اصل میں اسلام کے سیاسی نظام کے لئے اصل الاصول اور گویا سو اصول کا ایک اصول ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں یہی اصول کارفرما رہے گا۔ معاش

کے نظام میں بھی اپنی عقل سے' اپنی سوچ سے ہم جو چاہیں کرلیں اس کا ہمیں اختیار نہیں۔ جہاں اللہ کا حکم آگیا سر تسلیم خم ہے۔ یہی تو دراصل انسانی حاکمیت کی نفی ہے کیونکہ حکم مطلق اللہ کے لئے ہے نظام خلافت کا معاشرتی ڈھانچہ بھی اس اصول پر بنے گا کہ جو احکام ہیں اللہ کے اور اس کے رسولؐ کے' ان کی لازما اطاعت کی جائے گی اور ان کو لازما نافذ کیا جائے گا۔ البتہ جہاں اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا کوئی صریح حکم نہیں' وہاں آزادی ہے اور اجتہاد کا میدان کھلا ہے' باہمی مشورے کا میدان بھی۔ اجتہاد کیجئے اور یہ کثرت رائے سے طے ہوگا کہ کونسا اجتہاد نافذ ہونا چاہیے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ معاشرتی نظام بھی درحقیقت نظام خلافت کا ایک پہلو ہے

معاشی نظام کی اہمیت

معاشی نظام میں جہاں حکم آگیا کہ فلاں شے حرام فلاں شے حلال' اس کی تو پابندی کرنا ہوگی۔ یہی درحقیقت خلافت کا اصل اصول ہے۔ اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا معاشی نظام ہی نظام خلافت کا معاشی اور اقتصادی ڈھانچہ ہے یہ مضمون اس وقت دنیا میں اس لئے بڑی اہمیت اختیار کرگیا ہے کہ آج کا انسان "معاشی حیوان" بن گیا ہے۔ اصل اہمیت اب اقتصادیات کی ہے' باقی ساری چیزیں پیچھے چلی گئی ہیں۔ بین الاقوامی سیاست بھی اقتصادیات کے گرد گھومتی ہے۔ ویسے تو کچھ نہیں کہا جاسکتا' حالات کے بدلتے دیر نہیں لگتی ہوسکتا ہے کہ بہت جلد یورپ میں طاقت کا ایک اور مرکز بن جائے اور جو امریکہ کا سب سے بڑا حلیف ہے' وہی سب سے بڑا حریف ثابت ہو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جاپان اور چین مل کر مستقبل قریب میں امریکہ کے حریف بن کر کھڑے ہوجائیں لیکن اس وقت جو نظر آرہا ہے وہ یہ کہ امریکہ اکیلی عظیم قوت ہے اس کے باوجود آپ دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ کی جان پر کیسی بنی ہوئی ہے۔

میں کل ہی بی بی سی سے سن رہا تھا کہ پچھلے دس سالوں میں اس سال امریکہ کی معیشت سب سے زیادہ نیچے گئی ہے اور اس وقت امریکہ کے اندر حالات بہت مخدوش ہیں۔ وہاں اس وقت کساد بازاری (Recession) کا دور ہے اور معاشی حالات دگرگوں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بش نے اتنا لمبا دورہ کیا اور ایک جگہ جاپان میں بش صاحب غش کھا کر گرے بھی ہیں۔ آپ ذرا سوچئے اس کو مصیبت کیا پڑی ہوئی ہے۔ بڑھاپا ہے' عمر ۶۷۔ ۶۸ برس کی ہے' پھر اتنا لمبا چوڑا دورہ کیا اور وہاں یہ کیفیت ہوئی تو آخر کیوں؟ سارا معاملہ معاشیات کا تھا یہ کہ امریکہ کی اقتصادیات کو کیسے سہارا دیا جائے' خاص طور پر اب جبکہ وہ ایک نیا عالمی نظام (New World Order) لانا چاہتے ہیں اگر ایک ہی طاقت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو علاقائی جنگیں ختم ہوجائیں گی۔ علاقائی جنگیں تو اس لئے ہو رہی تھیں کہ کسی ایک کو تھپکی دیتا روس اور کسی دوسرے کو سہارا دیتا تھا امریکہ۔ تب علاقائی جنگ ہوتی تھی۔ علاقائی جنگوں میں اسلحہ استعمال ہوتا تھا لہٰذا اسلحہ بنانے والوں کی چاندی تھی۔ چھوٹی قومیں لڑیں' ان کا خون بہے' ان کے سارے معاشی وسائل جنگ میں جھونکے جائیں اور فائدہ تھا ان کا جو اسلحہ بنا رہے ہیں۔ امریکہ میں اور روس میں بھی یہ ہورہا تھا کہ وہ تو نئے سے نئے اسلحہ بناتے چلے جارہے تھے اور جو ہتھیار پرانے ہوجاتے ان کو اوجڑی کیمپ کی طرح اڑانے کی بجائے بہترین مصرف یہ تھا کہ قوموں کو لڑاؤ اور یہ اسلحہ ان کو دو۔ ان سے خوشامدیں کرواؤ اور ناک بھی رگڑواؤ اور ان کے سارے وسائل کھینچ کر اسلحہ دو کہ وہ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہیں۔

نیو ورلڈ آرڈر اور کساد بازاری

نیا عالمی نظام واقعی وجود میں آجائے اور ایک ہی سپریم پاور روئے ارضی پر ہو تو پھر لڑائیاں کیسے ہوں گی؟۔ پھر تو سب کو اسی کی مرضی ماننی ہوگی۔ اگر یہ نظام واقعتاً قائم ہوجاتا ہے تو صرف اندرونی خود مختاری رہ جائے گی اور دنیا کے تمام ممالک امریکہ کے غلام ہوجائیں گے اندرونی خود مختاری ان کو حاصل ہوگی اور وہ بھی اتنی جتنی کہ امریکہ کے حساب کتاب میں ٹھیک بیٹھ جائے تو پھر جنگیں کیسے ہونگی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت' اور کچھ پہلے سے بھی نوع انسانی کا اصل مسئلہ معاش اور اقتصادیات کا ہے اور آج یہ مسئلہ اس درجے گھمبیر ہوگیا ہے کہ اس کی وجہ سے ہماری دنیا کی چوٹی کی بین الاقوامی سیاست درحقیقت اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اب مسئلہ اصول کا بھی اٹھ کھڑا ہوا ہے کچھ عرصے سے تو یہ تھا کہ دو اقتصادی نظام ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے' دو فلسفے تھے۔ ایک طرف آزادی اور اوپن مارکیٹ اکانومی یعنی نظام سرمایہ داری دوسری طرف قومیانے کی حکمت عملی یعنی کمونزم اور سوشلزم۔ جب تک ان کے درمیان مقابلہ چل رہا تھا صورت حال مختلف تھی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ایک نظام تو تقریباً فیل ہوچکا' اپنی جنم بھومی میں ہی ختم ہوگیا۔ اس وقت فکری' نظری اور فلسفیانہ اعتبار سے یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ کیا واقعتاً مغربی سرمایہ داری ہی مطابق فطرت ہے؟ اس وقت تو صورت حال یہی ہے کہ وہ نظام جیت گیا' کمونزم ہار گیا ثابت ہوگیا کہ ع

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

نئے معاشی نظام کے لئے موقع

اس وقت دنیا میں یہ باور کرایا جارہا ہے' امریکہ اور اس کے حلیف اسی بات کا ڈنکا بجا رہے ہیں کہ ثابت ہوچکا ہے کہ ہمارا نظام ہی صحیح ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ نہیں۔ اس نظام کے اندر جو خرابی تھی اور ہے' درحقیقت اس کے خلاف ایک رد عمل ہوا تھا اور وہ رد عمل بھی اپنی جگہ بہت حد تک غیر فطری تھا جو ناکام ہوگیا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ یہ نظام صحیح ہے۔ اب اس کا رد عمل کسی اور شکل میں سامنے آئے گا تاریخ انسانی کے ارتقاء نے ایک موقع اور دیا ہے کہ اگر کوئی دوسرا نظام منصفانہ اور عادلانہ ہے جو معاشیات و اقتصادیات کے میدان میں صحیح طور پر نوع انسانی کی ضروریات کو پورا کرسکے تو اس کے لئے بھرپور موقع ہے کہ بروئے کار آئے اور اپنے دعوے کو درست ثابت کردے۔ تاریخ کی طرف سے یہ سنہری موقع مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں مل رہا ہے' اگر تمہارے پاس کوئی نظام ہے تو لاؤ جیسے کہ اقبال نے کہا ع

برار ہرچہ سینہ داری

نکالو' اگر ہے تمہارے پاس کچھ تو لاؤ۔ ثابت کرو کہ کوئی اور نظام ہے

امریکہ اور "بنیاد پرستی"

دوسری طرف آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس وقت اگر امریکہ کو کوئی اندیشہ ہے تو مسلم بنیاد پرستی (Muslim Fundamentalism) سے ہے۔ اس وقت اس کی جو حکمت عملیاں بن رہی

ہیں ان کا اہم اصول یہ ہے کہ بہرصورت اس بنیاد پرستی کو دبایا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ انہیں اپنے دین کی حد تک ارتداد کا عمل کرنا پڑا' جو کچھ کہ انہوں نے اس وقت الجزائر میں کروایا ہے۔ اس لئے کہ ان کا دین تو جمہوریت ہے۔ جمہوریت کے ساتھ ان کی اتنی ہی وابستگی ہے جتنی کسی کو اپنے مذہب کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ اس کے بالکل برعکس جاکر انہوں نے الجزائر میں جمہوریت کا گلا گھونٹا ہے "بنیاد پرستی" اگر جمہوریت کے راستے بھی آئے تو امریکہ کو منظور نہیں۔ معلوم ہوا کہ خود ہمارے لئے بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اس وقت اپنی تاریخ کے مشکل ترین مرحلے میں ہے ایک طرف امریکہ کا دباؤ ہے اور دوسری طرف پاکستان بھی ان ممالک میں شمار ہوتا ہے جن میں مسلم بنیاد پرستی کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اس کے لئے امکانات' مواد' طبقے اور تحریکیں موجود ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی نگاہ میں پاکستان "بنیاد پرستی" کے اعتبار سے دوسرے ممالک سے آگے ہی ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں کی فرقہ پرستی مسلکی اختلافات اور جاگیرداری کا نظام اس کے کامیاب ہونے میں دو سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں' جب تک یہ دور نہیں ہوتیں اس اسلامی بنیاد پرستی کا حکومت کی سطح تک پہنچنا تقریباً ناممکن ہے لیکن امریکہ کو پاکستان کی بنیاد پرستی سے اس قدر خطرہ ہے کہ اس نے پاکستان کو بھی ان خطرناک علاقوں میں شامل کر رکھا ہے جہاں سے اس کو خطرہ لاحق ہے۔

پاکستان پر بیرونی دباؤ

یہاں جو بینکوں کے نظام کے خلاف فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ آیا ہے' اس سے صرف اپنے ملک میں نہیں بلکہ بہت دور دور تک کھلبلی مچ گئی ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ اس وقت کوئی آسان کام نہیں ہے۔ میرا وقتی سیاست سے کوئی تعلق ہے نہ میں اس انداز کی گفتگو کیا کرتا ہوں کہ حکومت کو مورد الزام ٹھہراؤں اس کی مخالفت برائے مخالفت کروں بلکہ میں تو اس کے برعکس یہ کہتا ہوں کہ یہ وقت دعا ہے۔ جن لوگوں کے ہاتھوں میں اس وقت ملک کی تقدیر آگئی ہے' جو بھی ہوں کسے باشد' بہرحال ملک و ملت کی زمام کار ان کے ہاتھ میں ہے اور ذمہ داری ان پر ہے' وہی اگر صحیح قدم اٹھائیں گے تو ملک و ملت کے حق میں خیر ہو گا اور انہی سے اگر کوئی غلطی ہو جاتی ہے یا جان بوجھ کر کوئی غلط حرکت کرتے ہیں تو اس کا وبال بھی پورے ملک پوری قوم اور پوری ملت کو بھگتنا ہو گا' ان کے حق میں دعا کا وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہمت دے۔ جو اس قدر زبردست دباؤ پڑ رہا ہے' اسے وہ برداشت کر سکیں۔

پھر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے' افغانستان پالیسی میں جونیجو حکومت کا ایک رخ تھا اور اس کے بعد وہی۔ بے نظیر حکومت کا بھی رہا لیکن ہماری فوج اور آئی ایس آئی وغیرہ اس کے لئے کسی بھی طرح تیار نہیں تھے چنانچہ اس زمانے میں ایک تصادم رہا۔ ہماری سیاسی حکومت کا رخ کچھ اور تھا مگر فوج کا' آئی ایس آئی' اور صدر صاحب کا (اس وقت صدر ضیاء الحق تھے اور اب غلام اسحاق آگئے) کا رخ کچھ اور تھا لیکن اب یہ بات مان لی گئی کہ ہمارے ملک کے اندر قوت کے اعتبار سے جو ایک مثلث ہے یعنی فوج' صدر صاحب اور سیاسی حکومت یعنی (وزیراعظم اور ان کے ساتھی' وہ یکسر ہو کر وہی پالیسی اختیار کرنے پر مجبور ہو چکی ہے جو امریکہ اور اقوام متحدہ کی طرف سے طے کی گئی ہے جب کہ امریکہ اور اقوام متحدہ تو ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اس وقت تو کوئی اور طاقت موجود ہی نہیں کبھی ہوتا تھا تو وہ روس تھا جس کی کوئی علیحدہ رائے ہوتی تھی۔ خلیج کی جنگ سے ہی امریکہ اور اقوام متحدہ بالکل مترادف الفاظ بن چکے ہیں چنانچہ اس معاملے میں صورت حال بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔

اور بھی کئی مسائل ہیں جن سے حالات کی سنگینی کا اظہار ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک اہم مسئلہ سود کا ہے۔ نظر تو یہی آ رہا ہے کہ حکومت شکست کھا چکی ہے۔ تاہم میں اس وقت ان کو مورد الزام ٹھہرانا نہیں چاہتا اور ان کے خلاف کوئی بات اس لئے نہیں کرنا چاہتا کہ مجھے اندازہ ہے کہ یہ معاملہ کوئی آسان کام نہیں' بہت مشکل کام ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کا موقف

آج اخبارات میں جسٹس تنزیل الرحمن کا بہت عمدہ بیان آیا ہے کہ قانون سازی ہمارا کام نہیں' ہم نے اپنا کام کر دیا ہے۔ انہوں نے اشاروں میں جو بات کہی ہے وہ صحیح ہے کہ ہمارے ہاتھ میں جو کچھ تھا یعنی وفاقی شرعی عدالت جو کچھ کر سکتی تھی' وہ کر دیا گیا ہے۔ اب ظاہر بات ہے کہ جو قانون اس کی جگہ بنانا ہے' اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں۔ اس خلا کو پارلیمنٹ پر کرے گی۔ کوئی آرڈیننس صدر صاحب کی طرف سے بھی آ سکتا ہے جس کی توثیق کچھ عرصے کے بعد پارلیمنٹ کے ذریعے ہو جائے گی لیکن یہ کام بہرحال ہمارا نہیں ہے۔ یہ بڑی خوبصورت اور صحیح بات ہے جو انہوں نے کہی۔ بلکہ یہی بات وکلاء سے میں نے بھی کہی تھی۔ جب یہ مقدمات وفاقی شرعی عدالت میں چل رہے تھے تو وکلاء نے بتایا تھا کہ کچھ لوگ ہمیں الجھانا چاہتے ہیں کہ آخر سود کا متبادل کیا ہے' وہ پیش کرو تو میں نے لاہور میں بعض وکلاء کو مشورہ دیا تھا کہ اس جال میں ہرگز مت آیئے۔ اگر آپ نے کورٹ میں ان کے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی تو آپ پھنس جائیں گے کیونکہ یہ بہت لمبی بحث ہے۔ آپ کہئے کورٹ کا یہ کام ہی نہیں ہے۔ کورٹ کو اپنا فرض ادا کرنا چاہئے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کا کام یہ ہے کہ فیصلہ دے کہ آیا یہ کام شریعت کے مطابق جائز ہے یا نہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ متبادل کیا ہے تو یہ عدالت کا کام ہی نہیں ہے۔ میں آج خوش ہوا کہ یہی بات جسٹس تنزیل الرحمن صاحب نے کہی۔

حکومت اور اہل سیاست کی دو عملی

حکومت نے کہا تھا کہ سود کے فیصلے پر وہ اپیل میں نہیں جائیں گے لیکن اب تو اپیل ہو چکی اور مولانا سمیع الحق صاحب کا بیان بھی آگیا ہے کہ یہ حکومت آئی جے آئی کی ہے ہی نہیں' یہ تو مسلم لیگ کی ہے۔ لیکن چونکہ وہ سینیٹر آئی جے آئی کی وجہ سے بنے ہیں' اگر یہ بات کہہ کر وہ پہلا کام یہ کرتے کہ سینیٹ سے مستعفی ہو جاتے تب بات میں وزن ہوتا لیکن اگر وہ اپنی سیٹ قائم رکھتے ہیں تو یہ بیان بازی لاحاصل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں رجال دین کی طرف سے آتی ہیں تو دین کا استہزاء ہوتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ قاضی حسین احمد صاحب کا ہے۔ تنقید بھی کرتے ہیں اور آئی جے آئی میں بھی ہیں اور انہی کے ووٹوں سے سینیٹر بنے ہیں۔ یہ لوگ وہ سیٹیں چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ یہ رشتہ تو "اٹوٹ" ہے لیکن تنقید کبھی اس پر ہوتی ہے کبھی اس پر اور کبھی کبھی افغانستان پالیسی پر بھی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔

متبادل معاشی نظام موجود ہے

تاہم اس وقت میرا موضوع یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی متبادل نظام ہے یا نہیں قومی سطح پر تو ہمیں ثابت کرنا ہے کہ ہے اور دنیا کو وہ نظام قائم کر کے دکھانا ہے۔ یہ ایک لمبا عمل ہے اور اس کے بارے میں رائے جو بارہا آپ کے سامنے آئی ہے' وہ یہ ہے کہ یہ کام مکمل انقلاب کے بغیر ممکن نہیں۔ البتہ جو شے اس کے بغیر آ جائے وہ غنیمت ہے۔ یہ جو ایک دستوری عمل چل نکلا ہے' اس کا کئی بار میں نے آپ کو تجزیہ کر کے بتایا ہے کہ اس کی رفتار بہت سست ہے لیکن جو کچھ ہاتھ آیا' ہم اس کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں۔ قرار داد مقاصد پاس کی تو بڑی اچھی بات ہوئی۔ پھر قرار داد مقاصد سرد خانے میں پڑی رہی اس لئے کہ وہ تو صرف ایک دیباچہ تھی اور کوئی عملی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ضیاء الحق صاحب نے آ کر اس کو نافذ کیا اور پھر بہت عرصہ بعد دوسرا قدم یہ اٹھا کہ اسے دستور کا جزو بنا دیا گیا۔

اسی طرح ہمارے دستور میں جو رہنما اصول ہوتے تھے' ان میں ہمیشہ یہ بات موجود رہی کہ NO LEGISLATION ——— WILL BE DONE REPUGNAT TO THE QURAN AND THE SUNNAH ——— یعنی قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں کی جائے گی لیکن یہ صرف رہنما اصول تھا' عملی دفعہ نہیں تھی۔ ضیاء صاحب نے اسے عملی شق بنایا پھر اس کے لئے شرعی عدالتوں کا نظام بنایا لیکن شرعی عدالت بنا کر اس کے ہاتھ میں دو ہتھکڑیاں اور پیروں میں دو بیڑیاں ڈال دیں۔ بہرحال اب ہم چند جملوں میں ایک بڑی طویل داستان کو سمیٹ رہے ہیں۔ ایک پیش قدمی تھی کہ وفاقی شرعی عدالت وجود میں آ گئی۔ فیڈرل شریعت کورٹ وجود میں نہ آتی تو سود کے خلاف فیصلہ کہاں سے آتا؟۔ چاہے دس پندرہ برس بعد آیا لیکن آ تو گیا۔ اس لئے جو شے بھی اس راستے سے ہو رہی ہے' سر آنکھوں پر۔ ضیاء الحق صاحب نے اپنی زندگی کے آخری دور میں جو نفاذ شریعت آرڈیننس جاری کیا اس میں انہوں نے ایک پیش قدمی کی کہ عائلی قوانین بھی فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ کار میں شامل کر دیئے۔ میں نے اس کو بھی خوش آمدید کہا۔ کسی مسئلے میں شریعت کی طرف جو بھی قدم اٹھے ہم اسے سراہیں گے۔ البتہ قاضی حسین احمد صاحب نے اسے انسداد شریعت آرڈیننس کہا تھا حالانکہ آج بھی آئی جے آئی کی حکومت میں جوں کی توں وہی سب پابندیاں شریعت کورٹ پر موجود ہیں۔

میری پختہ رائے تو یہ ہے کہ یہ کسی مکمل انقلاب کے ذریعے ہی ممکن ہے اور وہ اس وقت برپا ہو گا جب سب دینی جماعتیں الیکشن کے دھندے سے ہٹ کر مزاحمتی تحریکوں کی شکل میں سامنے آئیں گی جس کے لئے جانیں بھی دینی پڑیں گی۔ کسی زمانے میں کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ الیکشن کے ذریعے سے انقلاب کیسے نہیں آتا؟۔ بلکہ پچھلے انتخابات کے بعد آئی جے آئی کی حکومت بنی تو ایک صاحب نے فرمایا کہ انقلاب آ گیا' دیکھو الیکشن کے ذریعے سے آ گیا۔ میں نے بعد میں ان سے پوچھا کہ کہاں ہے انقلاب تو ان کو شرمندگی ہوئی۔

نظام معیشت کی خوبیاں اور خرابیاں

سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) میں جو چیزیں خوبی کی ہیں جن کی بنا پر یہ کامیاب رہا اور جس کی وجہ سے اس کو کیمونزم پر فتح ہوئی ان کا تعلق انسانی طبیعت سے ہے۔ میں لفظ "فطرت" کی بجائے "طبیعت" استعمال کر رہا ہوں۔ فطرت (HUMAN NATURE) کا ایک بلند تر پہلو بھی ہے لیکن انگریزی میں NATURE کے سوا کوئی دوسرا لفظ ہے ہی نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہماری فطرت یا طبیعت کا ایک بالاتر پہلو بھی ہے یعنی روحانی پہلو اور "فطرت" کا لفظ دراصل اسی کے لئے ہے۔ **"فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا"** ایک ہمارا حیوانی پہلو (ASPECT) ہے۔ ہماری تخلیق زمین سے ہوئی ہے جو عالم مادی ہے چنانچہ وہ حیوانی پہلو ہماری طبیعت ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اس حیوانی طبیعت کے طبعی تقاضوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً انسان چاہتا ہے یہ چیز میری ہو۔ چیزوں کی ملکیت کی خواہش طبیعت انسانی کا خاصہ ہے۔ جو چیز وہ سمجھے گا میری ہے' اسے بنائے سنوارے گا' سجائے گا' اسے بڑھائے گا اور نشوونما دے گا۔ پھر اگر اسے یہ احساس ہو کہ میرے کام سے پروڈکشن یا کمائی زیادہ ہو گی اور وہ میری ہو گی تو کام زیادہ کرے گا۔ پھر وہ اوور ٹائم لگائے گا' راتوں کو جاگے گا اور مشقت کرے گا۔ لیکن اگر اسے پتہ چلے کہ یہ میری شئے ہے ہی نہیں اور میں جتنی بھی محنت کر لوں مجھے مقرر روزی اور معین مزدوری ملے گی' اس سے زیادہ نہیں تو وہ کیوں زیادہ کام کرے گا؟۔

یہ طبیعت انسانی کا ایک تقاضا ہے جس کی کیمونزم میں کامل نفی کر دی گئی۔ کوئی ملکیت نہیں' ہر چیز قومی ملکیت ہے۔ دکان' زمین' کارخانہ سب قومی ملکیت۔ شروع میں تو انتہا پسندی کا یہ عالم تھا کہ عام استعمال کی چیزیں بھی انفرادی ملکیت میں نہیں تھیں۔ رفتہ رفتہ انہوں نے ہتھیار ڈالے کہ ذاتی استعمال کی چیزوں پر ملکیت ہو سکتی ہے۔ کپڑے تمہارے ہیں' سائیکل بھی تمہاری ہے اور چلو یہ گھر بھی تمہارا ہے۔ تا کہ آدمی کم سے کم اسے تو صاف رکھے اور کوئی خرابی ہو رہی ہو تو درست کرے۔ پھر ایک قدم اور اٹھایا کہ تم اگر اپنے باورچی خانے کے ساتھ لان میں کوئی سبزی اگا لو تو اسے اپنے دروازے کے سامنے رکھ کر بیچ لو۔ یہ سب محرک (INCENTIVES) مہیا کئے گئے۔ گویا طبیعت انسانی کے آگے ہتھیار ڈالنے کا جو عمل پہلے سے رفتہ رفتہ شروع ہو چکا تھا یہ اس کا نتیجہ تھا لیکن طبیعت انسانی کے تقاضے کی نفی کی وجہ سے کیمونزم ناکام ہو گیا۔

شروع شروع میں یہ ہوتا ہے کہ کوئی انقلابی جذبہ طبیعت کے تقاضوں کے خلاف بھی انسان سے کوئی کام کروا لیتا ہے۔ مثلاً انسان کا سب سے بڑا تقاضا بقائے نفس ہے یعنی اپنی حفاظت' اپنی جان بچانا۔ لیکن کسی وقت جذبہ ابھرتا ہے تو آپ بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آ جاتے ہیں۔ کہ کوئی جاپانی ہارا کیری کرتے تھے۔ خود اپنی چھری سے اپنے پیٹ کو چاک کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے' بڑی قوت ارادی چاہئے۔ پھر آپ تصور کیجئے کہ جاپانی بم میں بیٹھ کر جاتا تھا' خود اس کو چلاتے ہوئے اور اتحادی فوجوں کے جہاز کی چمنی میں اتر جاتا۔ اسے معلوم ہے کہ جہاز تو بعد میں پھٹے گا' پہلے میرے چیتھڑے اڑ جائیں گے لیکن اس موقع پر انسان کے طبعی جذبے پر کوئی وقتی اور فوری جذبہ غالب آ جاتا ہے جو مستقل نہیں ہوتا چنانچہ جیسے ہی وہ انقلابی جوش ختم ہوا' طبع انسانی کے تقاضے ابھرنے شروع ہوئے۔ پروڈکشن کم ہو گئی' کارخانوں میں کام نہیں ہو رہا' پیداوار نہیں ہو رہی' رقبہ بہت بڑا ہے لیکن گیہوں امریکہ سے درآمد ہو رہی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ اکانومی ختم ہو گئی۔ اس اعتبار سے کیمونزم نے جس طبیعت انسانی کی

نفی کی تھی، سرمایہ دارانہ نظام میں اس کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور وہ اسلام میں بھی موجود ہے۔

اسلامی نظام معیشت کی برکات

اگرچہ اسلام کی تعلیمات میں روحانی سطح تو بہت بلند ہے، اس میں ملکیت کی نفی ہے کہ کوئی شئے کسی کی ملکیت نہیں، ہر شئے اللہ کی ملکیت ہے یہاں تک کہ یہ ہاتھ بھی میری ملکیت نہیں کہ جیسے چاہوں استعمال کروں۔ یہ زبان میری ملکیت نہیں کہ جو چاہوں اس سے بک دوں بلکہ یہ بھی میرے پاس امانت ہے۔

ایں امانت چند روزہ نزد ماست
در حقیقت مالک ہر شئے خدا ست

یہ مکان بھی میری ملکیت نہیں، اللہ کی امانت ہے۔ یوں ذاتی ملکیت کی نفی کلی ہے لیکن اسلام کی یہ تعلیم ایمانی اور احسانی سطح پر ہے جب کہ قانونی سطح پر ملکیت تسلیم ہے۔ مکان آپ کا ہے اور نہ صرف آپ ذاتی استعمال کی چیزوں کو کام میں لا سکتے ہیں بلکہ پیداوار کے ذرائع بھی ذاتی ملکیت میں آ سکتے ہیں۔ دکان، کارخانہ، زمین اپنی ہو سکتی ہے۔ ملکیت انسانی کو قانونی سطح پر اسلام نے برقرار رکھا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ کی ملکیت آپ کی اگلی نسل کو منتقل بھی ہو گی۔ وراثت کا قانون بنا دیا گیا۔ بیٹے، بیٹی، بیوی اور والدین سب کا حصہ ہے۔ وراثت کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی ملکیت ہے تب ہی تو آگے ورثا کی ملکیت میں جا سکے گی۔

اسی طرح انسان کے ذاتی محرک (PERSONAL INCENTIVE) کا پورا بندوبست کیا گیا ہے۔ کام کرو، محنت کرو اور اگر زیادہ کماؤ گے تو وہ تمہارا ہو گا۔ ہاں اگر ایک خاص حد سے آگے چلے جاؤ گے تو جو لوگ پیچھے رہ جانے والے ہیں ان کے اصلاح حال کے لئے تم سے ایک ٹیکس لے لیا جائے گا۔ یہ زکوٰۃ ہے جس سے تمہارا وہ مال پاک ہو جائے گا، مال کا تزکیہ ہو جائے گا اور جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان کے لئے بھی بندوبست ہو جائے گا۔ تم آگے بڑھو، محنت کرو، کوشش کرو لیکن حرام ذرائع سے کوئی کمائی نہ ہو۔ جتنی محنت کرو گے اور جو کماؤ گے، تمہارا ہو گا۔ البتہ جب تم میں جذبہ بیدار ہو جائے، اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین اتنا پختہ ہو جائے کہ تم کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھو، سب اللہ کے راستے میں دے دو تو کیا ہی کہنے۔ یہ نہ ہو تو قانونی سطح پر تمہیں مجبور نہیں کیا جائے گا۔ گویا انسان کا طبعی تقاضا پورے کا پورا برقرار ہے۔ ہاں، اللہ نے ایک چیز بیک جنبش قلم نکال دی ہے (WITH A MASTER STROKE) بیک جنبش قلم۔ صرف ایک چیز کو حرام کر کے اللہ نے سرمایہ دارانہ نظام کی ساری خباثت کو ختم کر دیا ہے۔ یعنی سود کو ختم کر دیا۔

سرمایہ دارانہ نظام سود کے بغیر بے ضرر رہ جاتا ہے۔ باقی سارے عوامل موجود رہیں گے۔ مارکیٹ اکانومی اور طلب و رسد کا نظام ٹھیک ہے۔ مصنوعی قدغن لوگوں کو بے ایمان بناتی اور جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر کسی چیز کی طلب زیادہ ہے تو قیمت بڑھ جائے گی، بڑھے اور وہی اسے خریدے جو متحمل ہو سکتا ہے۔ پھر کسی شئے کی سپلائی بڑھ گئی ہے تو قیمت گر جائے گی۔ گر جانے دیجئے، کسی کو نقصان ہو گیا ہے تو ہو جائے لیکن اگر آپ نے کوئی مصنوعی کنٹرول کیا تو بلیک مارکیٹنگ ہو گی، ذخیرہ اندوزی ہو گی اور دھوکہ ہو گا۔ اسی طرح امریکہ میں جو نظام ہے کہ ملازم رکھ لو یا فارغ کر دو، یہ HIRE AND FIRE کا طریقہ درست ہے اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ ایک شخص کو آپ ملازم رکھتے ہیں اور اگر وہ آپ کے اطمینان کی حد تک کام نہیں کر رہا تو آپ کو حق ہونا چاہئے کہ آپ اسے نکال دیں۔ وہ تو شام کو رکھتے ہیں اور صبح محسوس کریں کہ یہ شخص کام نہیں کرتا تو معاوضے کا چیک ہاتھ میں تھما دیتے ہیں۔ ملازم رکھو یا نکال دو، منڈی کی معیشت، طلب و رسد اور اسی کے حساب سے قیمتوں کا اتار چڑھاؤ بالکل صحیح عوامل ہیں۔ ان میں جہاں بھی مصنوعی کنٹرول لگایا جائے گا وہیں مصیبت پڑ جائے گی۔ ہمارے یہاں ہر حکومت نے اپنے لوگوں کو احسانمند کرنے کے لئے بھرتی کی۔ کام کوئی نہیں ہے بس نام لکھے ہیں اور جا کر تنخواہ لے لیتے ہیں لیکن نکال کوئی نہیں سکتا۔ کون نکال سکتا ہے، وہ پہیہ جام کر دیں گے کیونکہ ان کی ٹریڈ یونین ہے لہٰذا ایک شیطانی چکر (VICIOUS CIRCLE) ہے جو مصنوعی قدغنوں کی وجہ سے چل رہا ہے۔

ایک ہی کارگر نسخہ

اسلام نے ایک کام کیا، بس سود نکال دیا۔ یہ سو خباثتوں کی ایک خباثت ہے۔ اس کی اگر نفی کر دی جائے تو باقی پور کیپٹلزم لایا جا سکتا ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام کے سارے اچھے اصول اسلام میں موجود ہیں۔ سود کیا ہے؟ یہ کہ صرف پیسہ بحیثیت پیسہ کمائی کا ذریعہ (EARNING AGENT) بن جائے۔ پیسے کے ساتھ محنت ہو اور آپ اپنے سرمائے کے ساتھ محنت کر رہے ہیں، تو کمائی کیجئے۔ چار آدمی مل کر سرمایہ یکجا کر لیں اور چاروں کام بھی کریں تو شراکت ہو جائے گی کہ سرمایہ بھی ہے محنت بھی۔ اکیلے کام کرنا چاہتے ہیں اور سرمایہ تھوڑا ہے تو چھابڑی لگا کر گھومیے، کچھ زیادہ سرمایہ ہے تو دکان بنا لیجئے۔ سرمائے کے ساتھ محنت ہو تو کہیں کوئی رکاوٹ نہیں لیکن صرف سرمائے کے بل پر کمانا اسلام کو پسند نہیں۔

شراکت اور مضاربت کی حقیقت

میں نے صرف پسند کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ بعض جگہوں پر اس کی گنجائش پیدا کرنی پڑتی ہے۔ انسان کے معاشرتی تقاضوں اور مسائل کے تحت کہیں نہ کہیں جواز پیدا کرنا پڑتا ہے لیکن پابندیوں (LIMITATIONS) کے ساتھ۔ ایک شخص کے پاس پیسہ ہے لیکن وہ بیماری یا عدم صلاحیت کی وجہ سے کام نہیں کر سکتا یا ایک بوڑھی عورت ہے جس کے پاس سرمایہ ہے تو اب مضاربت ہو گی۔ مضاربت کیا ہے، یہ کہ کام کوئی اور کرے گا۔ اگر نقصان ہو جائے تو سارا پیسے والے کو برداشت کرنا ہو گا۔ نفع ہو جائے تو دونوں بانٹ لیں گے۔ اس میں نقصان اور نفع کی یکساں شراکت نہیں ہے۔ اس وقت ہمارے ملک میں ان ناموں سے بھی دھوکے ہو رہے ہیں۔ یہ نفع اور نقصان میں شراکت، تو کام میں بھی شرکت ہو اور سرمائے میں بھی شراکت ہونی چاہئے۔ مضاربت میں شرط یہ ہے کہ پیسے والا کام نہیں کرے گا اور کام کرنے والے کا کوئی پیسہ نہیں ہو گا۔ لمیٹڈ کمپنی کی جو نئی شکل بنی ہوئی ہے یہ بھی اس میں کسی جگہ فٹ نہیں بیٹھتی، نہ یہ شراکت ہے نہ مضاربت۔ اسلام نے جو قسمیں (CATEGORIES) بنائی ہیں، اپنے پورے کاروباری ڈھانچے کو ان کے مطابق پوری طرح دوبارہ منظم کرنا پڑے گا۔ دو شکلیں ہیں شراکت یا مضاربت۔ شراکت میں کام میں بھی شریک ہونا ہو گا اور پیسے میں بھی شریک

ہونا ہو گا جب کہ مضاربت میں پیسے والا کام نہیں کرے گا اور کام کرنے والاے کا کوئی پیسہ نہیں لگائے گا۔ یہ بالکل علیحدہ قسم ہے۔ اب اگر اس میں نقصان ہو جاتا ہے تو سارا پیسے والے کا ہو گا۔ اگر کہیں کمائی ہو گی تو دونوں فریق اس میں سے حصہ بانٹیں گے۔ یہ مضاربت ہے اور یہ بھی کوئی پسندیدہ شئے نہیں۔ صرف پیسے کے بل پر کمائی کرنا پسندیدہ نہیں۔

سود کی غلاظت

اس سے آگے بڑھ کر ایک صورت یہ ہے کہ پیسہ میرا ہے کام کوئی اور کرے' مجھے تو ایک مقررہ شرح سے فائدہ پہنچنا چاہئے۔ یہ ہے وہ چیز جس کا نام سود ہے اور اسلام میں اس سے زیادہ حرام شئے اور کوئی نہیں۔ عقیدے میں شرک اور عمل میں سود برابر کے گناہ ہیں۔ شرک سے تو دین کی نفی ہو گئی' اسلام کی جڑ ہی کٹ گئی کیونکہ اسلام دین توحید ہے۔ "**ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک**" اللہ اس کو تو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے' ہاں کمتر گناہ جس کو چاہے گا معاف فرما دے گا' لیکن جس کو چاہے گا سے کوئی کھلی چھوٹ نہ سمجھ لی جائے۔ سود کے بارے میں میں آپ کو کچھ حدیثیں سناؤں گا۔ پہلی اس کی شناء ت کے متعلق ہے کہ ازروئے دین یہ کس قدر بری شئے ہے۔ یہ حدیث حضرت عبد اللہؓ ابن مسعودؓ کی ہے اور مرفوع ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں "**لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاکل الربو و موکلہ**" یہ مسلم شریف کی روایت ہے اور یہی روایت حضرت عبداللہؓ ابن مسعودؓ سے ترمذی ابو داؤد اور ابن ماجہ میں بھی آئی ہے۔ "**لعن اکل الربو و موکلہ و شاھدیہ و کاتبہ**" حضورؐ نے لعنت فرمائی سود کے کھانے والے پر' کھلانے والے یعنی دینے والے پر اور سود کے کسی معاملے پر دونوں گواہی دینے والوں پر اور سود کا وثیقہ لکھنے والے سب پر۔

دوسری حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور نے فرمایا "شب معراج میں میرا ایک ایسی قوم پر گذر ہوا جن کے پیٹ گھڑوں کی مانند تھے اور ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے اور وہ سانپ پیٹوں سے باہر نظر آ رہے تھے۔ تو میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟۔ حضرت جبرائیل نے جواب دیا' یہ ہیں سود کے کھانے والے۔ جیسے کہ آیا ہے کہ جو شخص یتیم کا مال ہڑپ کرتا ہے وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتا ہے۔ ویسے ہی جو لوگ سود کھاتے ہیں گویا کہ اپنے پیٹوں میں سانپ بھر رہے ہیں۔ اس وقت ظاہر نہیں ہو رہا' قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گا۔ تیسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرۃؓ سے ہے اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں جن میں سے سب سے ہلکا حصہ اس کے مساوی ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔

سود کی ہمہ گیری

پھر تین حدیثیں ایسی ہیں جن سے اس کی وسعت کا اندازہ ہو گا۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ تینوں کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آکر رہے گا جب ہر شخص سود کھانے پر مجبور ہو گا۔ کوئی نہیں بچے گا جو سود نہ کھائے۔ آخری بات آپ نے یہ فرمائی کہ اگر کھائے گا نہیں تو اس کا دخان (یعنی دھواں) تو اس کے اندر چلا ہی جائے گا۔ ظاہر بات ہے کہ کسی فضا میں غبار ہے تو آپ کے سانس کے ساتھ وہ اندر چلا جائے گا۔ دھواں ہے اور زہریلی گیس بھی ہوا میں موجود ہے تب بھی کیسے ممکن ہے آپ سانس نہ لیں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ سود کے تہتر (۷۳) ابواب ہیں یعنی کتنی ہی شکلوں میں یہ ظاہر ہوتا ہے۔ پھر حضورؐ سود کی ایک انتہائی جامع تعریف میں فرمایا کہ ہر قرض جو کوئی منفعت لے کر واپس آئے وہ ربوا ہے۔ قرض کو قرض ہی رہنا چاہئے اور بغیر کسی منفعت کے لوٹنا چاہئے۔ کاروبار' کاروبار ہے لیکن قرض' قرض ہے ہر قرض جو کوئی منفعت لے آئے ربو ہے۔ اس لئے فرمایا اس کے تہتر ابواب یعنی ان گنت شکلیں ہیں۔ آخری بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہے "چونکہ ربو کی حرمت کی آیت سن ۹ ہجری میں نازل ہوئی اس لئے نزول قرآن کا وہ آخری دور تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ نے اس کی پوری تشریح ہمارے سامنے نہیں فرمائی" اور اس کا جو نتیجہ حضرت عمرؓ نکالتے ہیں اسی سے ہمارے اور ان کے درمیان فرق کا اندازہ ہوتا ہے۔ جہاں اجمال ہے' وہاں ہم چور دروازے نکالتے ہیں۔ اگر صراحت کے ساتھ کوئی چیز حرام نہیں تو اس کو حیلے بہانوں سے جائز کر لیتے ہیں لیکن حضرت عمرؓ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جہاں ذرا سا شک بھی ہو جائے کہ یہ سود ہے' چھوڑ دو۔ چنانچہ فرمایا کہ اے مسلمانو! اس ربو کی حرمت اور شناعت اگر تم پر واضح ہو گئی ہے تو اگر کوئی چیز صراحت کے ساتھ نہ بھی آئی ہو کہ یہ سود ہے بلکہ شک ہی پڑ جائے تو اس کو چھوڑ دو۔ ربو کو چھوڑ دو اور جس میں اس کا کوئی اشتباہ ہو' اس کو بھی۔

اگر سود کی اس غلاظت کو نکال دیا جائے تو باقی سب اصول سرمایہ دارانہ نظام سے لئے جا سکتے ہیں۔ طبع انسانی کا تقاضا ہے کہ وہ ملکیت چاہتی ہے' اس کی نفی کی وجہ سے کیمونزم شکست کھا گیا۔ یہ ایک جذبہ محرکہ ہے کہ زیادہ محنت کروں گا تو مجھے زیادہ فائدہ ملے گا۔ اگرچہ قرآن نے ایک بلند درجہ بھی رکھا ہے' حضورؐ نے اپنی پوری زندگی اسی سطح پر گزاری کہ کوئی شئے ملکیت میں نہیں رکھی' کوئی وراثت چھوڑ کر نہیں گئے' یہ درجہ بہت بلند ہے۔ پھر صحابہ کرامؓ میں بھی ایسے لوگ تھے۔ لیکن سب نے اس پر عمل نہیں کیا کیونکہ اگر سب کرتے تو قانون کا نظام کیسے بنتا۔ لیکن وہ جو فقراء صحابہ کہلاتے ہیں' انہوں نے اسی سطح پر زندگی گذاری ہے۔ پھر ہمارے ہاں اولیاء اللہ کا اور صوفیاء کا طبقہ گذرا جو اس بلندی تک پہنچے ہیں۔ بعد میں ان کے مقبرے پوجے جائیں تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں لیکن انہوں نے جس سطح پر زندگی گذاری' وہ تو یہی تھی کہ اپنے لئے کوئی شئے نہیں' خود فاقہ کریں اور دوسروں کو کھلائیں۔

اولیائے کرام اور صوفیاء کا طریقہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خاصیت بعد میں صوفیاء میں نظر آئی ہے اور اسلام کی تبلیغ بھی انہی کے ذریعے ہوئی ہے۔ کہیں بادشاہوں کے ذریعے سے اور علماء کے ذریعے تبلیغ نہیں ہوئی۔ علماء کا کام تو یہ رہا ہے کہ اسلام میں اگر کوئی فتنہ اٹھ رہا ہے تو اس کی سرکوبی کر دیں گے لیکن علماء کے ذریعے کبھی تبلیغ نہیں ہوئی' یہ کام صوفیاء کے ذریعے سے ہوا ہے۔ لیکن کوئی مغالطہ نہ ہو جائے کیونکہ اس دور کے صوفیاء بھی غیرعالم نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ تو علم ظاہر اور علم شریعت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد تصوف کے میدان میں قدم رکھتے

باقی صفحہ ۲۳ پر

پاکستان بیت المال

بوسیدہ ٹاٹ میں مخمل کے پیوند

بسنت نے باب پاکستان کو منافقت کا شاہ درہ بنا دیا

عمر مختار

وزیر اعظم محمد نواز شریف نے دو ارب روپے سے بیت المال قائم کر کے بقول خود' اپنی زندگی کی "سب سے بڑی" خواہش تو پوری کر لی لیکن ہمارے موجودہ فاسد نظام کے فرسودہ ٹاٹ میں مخمل کا ایک اور پیوند کیا بہار دکھائے گا؟۔ اس سے پہلے زکوۃ و عشر کے نظام نے امیر اور غریب کے فرق کو اور بڑھا دیا ۔ دیت اور قصاص کے اسلامی قانون نے سڑکوں پر نقش و نگار بناتی خون کی لکیروں میں کوئی کمی آنے دی نہ مقتول کے کسی وارث کا بھلا ہوتا سننے میں آیا ہے۔ قانون شہادت کو مشرف بہ اسلام کیا جاچکا ہے لیکن اس کی عملداری کو بھی محسوس نہ کیا جاسکا۔ اسلامی حدود وتعزیرات کے نفاذ نے ایک طرف جرائم کی شرح اور رفتار میں اضافہ کیا تو دوسری طرف رشوت کا نرخ بھی بالا تر ہوگیا ۔ تو کیا اسلام کی برکات بھی خاکم بدہن ' ڈھوکے کی ٹٹی ہیں؟ ۔ یا ان پر بھی دور کے ڈھول سہانے کی کہاوت صادق آتی ہے ؟؟ ۔

اب سعودی عرب میں بھی تبدیلیوں کے جھکڑ چل رہے ہیں اور بہت جانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی ' لیکن چند برس پہلے تک وہاں اسلامی حدود و تعزیرات کی برکت نے جرائم کا قلع قمع کردیا تھا بلکہ آج بھی وہاں قتل و غارت گری اور لوٹ مار بہت کم ہے تو یہ صورت حال بھی اسلامی قانون ہی کی باقیات الصالحات میں سے ہے ۔ اس طرح کے اثرات ملک خدا داد پر مترتب نہیں ہوتے تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی ۔

کہتے ہیں کہ کسی نیک دل بزرگ نے محلے کے ایک تارک صلوۃ نوجوان سے طے کیا کہ عزیزم ' تم چالیس دن پانچوں نمازیں میرے ساتھ مسجد میں آکر ادا کرو تو میری طرف سے اتنے سو روپے انعام پاؤ گے ۔ نوجوان نے لشتم پشتم چالیس دنوں کی دو سو نمازیں پابندی سے پوری کر کے انعام کا مطالبہ داغ دیا تو محترم بزرگ نے کہا کہ میاں ' کیسا انعام؟ ۔ میں نے تو تم میں نماز کی عادت پختہ کرنے کی تدبیر کی تھی ۔ چالیس دن تم نے باقاعدگی سے نماز پڑھی ہے ' اب ناغہ کرو گے تو بے چینی سی محسوس ہوگی ۔ اس پر نوجوان کو طیش آگیا۔ "بڑے میاں ' یہ بات ہے تو سن لو کہ میں نے بھی ساری نمازیں بغیر وضو پڑھی ہیں"۔

لاہور کے ڈاکٹر راشد رندھاوا پاکستان بیت المال کے "امین" بنائے گئے ہیں ۔ ہم سوچ رہے تھے کہ اس بار امانت سے ان کی کمر دوہری ہو رہی ہوگی ۔ ویسے بھی بیت المال کو دیا گیا روپیہ بہت بھاری ہے۔ " بوجھ تھا اس قدر گناہوں کا۔ حاجیوں کا جہاز ڈوب گیا"۔ اس کی آمدنی کا بڑا ذریعہ کاروبار' صنعت و حرفت اور زراعت کے لئے حاصل کئے جانے والے بڑے قرضوں پر ایک فی صد اضافی سود ہے ۔ اس "نیک کمائی" کو نیک کاموں میں خرچ کرنا اور اس رازداری کے ساتھ خرچ کرنا کہ ایک ہاتھ سے دئے کی خبر دوسرے ہاتھ کو نہ ہو 'کوئی خالہ جی کا گھر ہے ؟ ۔ ڈاکٹر رندھاوا کہیں خود اپنے جی کو کوئی روگ نہ لگا بیٹھیں ' وہ امراض قلب کے ماہر ہیں اور ذیابطیس کے معالج خصوصی بھی ۔ دل کی بیماری تو خیر پرانی ہے ' پاکستان میں جب ہر دسویں بیسویں میل پر ایک شوگر مل کھڑی ہونی شروع ہوئی تب سے شوگر کا مرض بھی عام ہوتا جارہا ہے چنانچہ ڈاکٹر صاحب بہت مصروف رہتے ہیں ۔ اس پر امانت کا یہ بوجھ ---- اسد اللہ خاں قیامت ہے۔

ہماری ملاقات ہوئی اور ظاہر ہے کہ علاج معالجے ہی کے سلسلے میں ہوئی تھی' تو انہیں ہشاش بشاش پا کر ڈھارس بندھی ۔ انہوں نے وزیر اعظم کے ساتھ ایک "ٹاکنگ بریک فاسٹ" میں شرکت کے بعد اسلام آباد سے پرواز کی اور اب لاہور کے ہوائی اڈے سے ناک کی سیدھ میں اپنے کلینک آئے تھے۔ ان کی خوبصورت سرخ داڑھی کا ایک ایک بال کھلا دیکھا تو ہمت ہوئی اور عرض کیا کہ جناب رسمی مبارک باد قبول فرمائیے اور اس کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار بھی۔ فرمانے لگے ' بھئی کیوں ' ایسی بھی کیا بات ہے ؟ گذارش کی کہ ڈاکٹر صاحب ! جس معاشرے میں سب ادارے ایک ایک کر کے منہدم ہو رہے ہوں ' وہاں ایک نئے ادارے کی داغ بیل ڈالنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ۔ ڈاکٹر رندھاوا کے چہرے پر ملکوتی تبسم تھا "ہاں ! بیورو کریسی وغیرہ کا چکر تو ہے نا ! لیکن آپ دعا کریں ' اللہ خیر کرے گا۔ سب ٹھیک ہوجائے گا"۔ عرض کیا کہ وہ تو اپنی جگہ ' آپ کا سیاست دانوں سے بھی تو واسطہ پڑے گا اور یہ وہ سخت مرحلہ ہے کہ لگ پتہ جائے گا۔ رہی دعا تو وہ ہم ضرور کریں گے لیکن آپ جانتے ہیں کہ دعا تو دل سے اسی کے لئے نکلتی ہے جس کے ساتھ ہمدردی ہو ۔ ہم آپ کے پرانے نیاز مند ہیں اور اسی لئے تشویش محسوس کررہے ہیں۔ "ہاں اس اعتبار سے آپ کا اظہار ہمدردی ٹھیک تھا"۔

☆ ☆ ☆

۵ ر فروری کو قوم نے جانبازی و سرفروشی کو ایک نئے مفہوم سے آشنا کرنے والے اپنے محکوم و مقہور کشمیری مسلمان بھائیوں کے ساتھ یک جہتی کے اظہار کا دن کیا منایا ' خود اپنے منافقانہ رویے کا بھرپور مظاہرہ بھی کر ڈالا۔ کہنے کو وہ ہڑتال تھی لیکن حکومت کی طرف سے چھٹی کے اعلان نے اسے "قومی تعطیل" یعنی نیشنل ہالیڈے

میں بدل دیا تھا۔ سات تاریخ یعنی جمعہ کے دن بسنت کا جشن منانے کا پروگرام تھا جو ایک روزہ سے سہ روزہ ہوگیا۔ "یک جہتی" کو یاروں نے ایک اضافی چھٹی اور ایک فرلو کے ساتھ ملا کر "سہ جہتی" بنا لیا۔ ۶ر اور ۸ر فروری کے اخبارات میں جو تفصیلات اور تصویری جھلکیاں دیکھنے کو ملیں وہ سمجھنے والوں کے لئے تازیانہ عبرت سے کیا کم تھیں ۔ لاہور پنجاب بلکہ پاکستان کی ثقافتی اور تہذیبی قدروں کا وارث ہے ' عنقریب "باب پاکستان" کی تعمیر کا آغاز بھی یہیں ہوگا لیکن سہ روزہ جشن بسنت نے باور یہ کرایا کہ باب پاکستان خاکم بدہن دراصل منافقت اور دو عملی کا شاہ درہ ہے۔

بسنت کے موقع پر کروڑوں روپے کنکووں ' ڈور ' گولیوں کی تڑ تڑ اور اکل و شرب پر اڑادئے گئے۔ شراب کی فروخت نے سابقہ ریکارڈ توڑ ڈالے اور اس کا نرخ بھی معمول سے چار گنا رہا۔ کئی جانیں بسنت کی اس بدعت سیہ کی نذر ہوئیں اور سینکڑوں زخمی بھی ہوئے ۔ "بو کاٹا" کا لطف لینے کے لئے استاد قسم کے پتنگ بازوں نے ڈور کے پہلے حصے میں فولادی تار استعمال کی جو بجلی کی کھلی سپلائی لائنوں کو چھوتی اور حادثات کا سبب بنتی رہی ۔ ان تین دنوں میں معمول کی لوڈ شیڈنگ کے علاوہ بھی بجلی نے مسلسل آنکھ مچولی کھیلی اور لاہور کے صارفین اس کی آمد و رفت یعنی آنیاں جانیاں ہی دیکھا کئے۔ ہمارے لاہوری وزیراعظم حسب معمول ان تعطیلات میں بھی اپنے شہر میں ہی رونق افروز تھے۔ انہوں نے بنفس نفیس بسنت کے "تہوار" میں شرکت فرمائی ۔ اخبارات کی روائتوں میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ بعض اطلاعات میں خود ان کا پتنگ بازی سے شوق فرمانا بھی آیا ہے ورنہ اس پر اتفاق ہے کہ "رونق میلے" میں شامل ہونے کے لئے وہ اپنے پرانے محلے میں تشریف لے گئے اور خاصی دیر غم غلط کیا۔

آئی جے آئی میں میاں نواز شریف کے "سکنڈ ان کمانڈ" جناب قاضی حسین احمد نے ۵ر فروری کو اپنے ہیلی کاپٹری دورے کے آخری مرحلے پر گوجرانوالہ میں عظیم الشان جلسہ عام کے شرکاء سے ہاتھ اٹھوا کر حلف لیا تھا کہ اس سال بسنت نہیں منائی جائے گی ۔ صوبائی حکومت کی طرف سے پہلے ہی پتنگ بازی پر پابندی کا اعلان آچکا تھا لیکن "زندہ دلان لاہور" ایسی باتوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں ۔ انہوں نے دور غلامی میں بھی اپنی روایات برقرار رکھیں اور اب تو آزادی ہے ' ہو قاعدے قانون سے آزادی ۔ اس پر مستزاد یہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان پر ان دنوں حکومت بھی ایک لاہوری کی ہے ۔ سیاں بھئے کوتوال ' اب ڈر کس کا۔

قاضی حسین احمد صاحب کے ہیلی کاپٹری دورے نے کئی دن سیاسی لیڈروں میں خاصی سنسنی پھیلائے رکھی ۔ پہلے خبر آئی کہ افغان مجاہدین کی طرف سے مال غنیمت میں ہاتھ آیا ہوا ایک روسی ہیلی کاپٹر ان کی نذر کیا گیا ہے ۔ پھر پتہ چلا کہ یہ سعادت پاک فوج ہی کے ایک "چوپر" کے حصے میں آنے والی ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اسے شہری ہوا بازی کے کلب سے کرائے پر لیا گیا تھا اور یہ کہ اس کا چھ گھنٹے کا کرایہ مبلغ ایک لاکھ اسی ہزار روپے سکہ پاکستانی نصف جن کے نوے ہزار روپے سکہ پاکستانی ہوتے ہیں ' جماعت کے ایک رفیق نے اپنی جیب خاص سے ادا کیا ہے ۔ چلئے اس اجمال کی تفصیل تو منظر عام پر آگئی لیکن ہم سوچا کئے کہ جماعت اسلامی پاکستان تو چشم بد دور ' مسلم دنیا کی تمام اسلامی تحریکوں کی قیادت کے منصب جلیلہ پر فائز ہے ' کل کلاں الجزائر کے سے حالات بیک وقت کئی ملکوں میں پیدا ہوگئے تو اس وحشت میں قاضی صاحب کا جنوں فارغ تو بیٹھنے سے رہا ۔ ہیلی کاپٹر بلکہ ہوائی جہاز بھی ایسے کسی موقع پر اظہار یک جہتی کے لئے ان کی برق رفتاری کا ساتھ نہ دے سکے گا' کیوں نہ ابھی سے کسی اڑن طشتری کا انتظام کیا جائے ۔ سائنس کی ترقی کے اس زمانے میں یہ خیال کوئی واہمہ نہیں ۔ جماعت کے کسی اور مخیر رفیق کو اس طرف توجہ دینی چاہیے ۔ ایک اڑن طشتری منصورہ میں رکھ چھوڑنے میں حرج ہی کیا ہے ۔ داشتہ آید بکار۔

☆ ☆ ☆

پاکستان کے بڑے شہروں میں اور شاہراہوں پر ٹریفک کا جو حال ہے اس کی ابتری کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ۔ اسے تو دیکھ کر بلکہ بھگت کر ہی محسوس کیا جاسکتا ہے ۔ تیز رفتار گاڑیوں کی ریل پیل بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے لیکن سست رو ذرائع حمل و نقل یعنی تانگے ' ریڑھے بلکہ بیل گاڑیاں ' گدھا گاڑیاں اور اونٹ گاڑیاں تک بدستور استعمال میں ہیں اور ٹریفک کی روانی میں خلل ڈالتے ہیں ' یہ ہمارا ثقافتی ورثہ جو ہوا۔ پھر ویگنوں اور بسوں پر کوئی مائی کا لال کسی قانون اور ضابطے کا اطلاق نہیں کرسکتا ۔ عارضی اور مستقل تجاوزات نے سڑکوں کا ناطقہ جو بند کیا ہوا ہے سو الگ ' اور یہ ہماری تہذیب کا حصہ بن چکا ہے۔ سنا ہے اور دیکھا بھی کہ یورپی ممالک میں شہروں کی سڑکیں چوڑائی میں ہمارے شہروں کی سڑکوں سے آدھی ہیں ۔ اس کے باوجود وہاں ہماری گاڑیوں سے کئی گنا زیادہ گاڑیوں کا ٹریفک بڑے وقار کے ساتھ رواں دواں رہتا ہے صرف اس لئے کہ وہاں سڑکیں راستے کے لئے ہی استعمال کی جاتی ہیں اور انہیں استعمال کرنے والوں میں سلیقہ ' قرینہ اور اصول و قواعد کی پاسداری کی عادت بھی پڑ گئی ہے

شہروں میں اس مسئلہ کو حل کرنے کا کوئی منصوبہ زیر غور ہے یا نہیں ' یہ تو ابھی رموز مملکت میں شامل ہے ' البتہ "موٹر وے" کا شاہکار سامنے آگیا ہے ۔ فی الحال لاہور سے راولپنڈی تک چار رویہ دوہری سڑک کا ٹھیکہ جنوبی کوریا کی ایک کمپنی کو دیا گیا ہے جو بین الاقوامی معیار کی شاہراہ ہوگی ۔ اس منصوبے پر کام ابھی شروع نہیں ہوا ہوگا البتہ اس میں دریافت کئے جانے والے "سکینڈل" کے بخیے ادھیڑنے میں خاصی مستعدی دکھائی جارہی ہے۔ دروغ برگردن راوی' سننے میں یہ بھی آتا ہے کہ ٹھیکیدار کمپنی "ڈائیو" نیک نام نہیں اور کئی ممالک میں بلیک لسٹ کی جاچکی ہے ۔ یہاں سکینڈلوں کی پہلے کون سی کمی تھی جو ایک نیا گل کھلانا ضروری سمجھا گیا لیکن محسوس ہوتا ہے کہ خاکم بدہن سکینڈل اب ہماری قومی شناخت بن چکے ہیں۔

مالیاتی سکینڈل کے بارے میں تو ہم اپنی رائے محفوظ رکھتے ہیں البتہ آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر میں دو اور سکینڈل سامنے بڑے صاف نظر آرہے ہیں ۔ ایک یہ کہ اس شاندار موٹر وے پر گاڑیاں چلانے کا سلیقہ ڈرائیوروں کو کون اور کیسے سکھائے گا بالخصوص ان ڈرائیوروں کو جن کی گاڑیوں پر آگے پیچھے چمکتی دمکتی بروپیلی پلیٹیں لگی ہوتی ہیں ۔ ان کے بل پر وہ ہر قانون سے بالا تر ہوجاتے ہیں ' موٹر وے پر زیادہ ہی ترنگ میں ہوں گے جہاں ایک گاڑی کی غلطی کا خمیازہ درجنوں دوسری گاڑیوں کو بھی بھگتنا پڑجاتا ہے ۔ دوسرا یہ کہ جن گاڑیوں کی عادتیں موٹر وے خراب کردے گا ' ان پر دوسری سڑکوں

باقی صفحہ ۲۳ پر

"پی" سے پاکستان 'پی' سے......

پاکستان کی انگریزی صحافت کی دریدہ دہنی

کموڈور (ریٹائرڈ) طارق مجید

کموڈور (ریٹائرڈ) طارق مجید کے اس رد عمل کا مطالعہ کرتے ہوئے خیال رہے کہ ادارہ نوائے وقت سے (انگریزی روزنامہ "دی نیشن" جس کی مطبوعات میں شامل ہے) ہم خاصا ہی حسن ظن رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ادارے کے مدار المہام جناب مجید نظامی زیادہ محتاط ہوجائیں۔ بدقسمتی سے ہماری انگریزی صحافت میں بے قید آزاد خیالی کا سکہ رواں ہے اور لکھنے والے دون کی لینے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ضرورت ہے کہ انہیں دین و مذہب کی اقدار کا مذاق اڑانے سے روکا جائے

--- مدیر

آپ جانتے ہیں کہ بین الاقوامی سطح پر طاغوتی عناصر مسلم ممالک کے خلاف بر سرپیکار ہونے کے علاوہ دین اسلام اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے خلاف ایک زبردست مہم میں مصروف ہیں ۔ یہ فاسق ٹولی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اور قرآن مجید کی صداقت پر لگاتار حملے کررہی ہے ۔ اکثر مسلمان ان طاغوتی عناصر کی اصلیت سے واقف ہوچکے ہیں لیکن وہ ان کے بے شمار وسائل اور انتہائی مکارانہ ہتھکنڈوں اور حربوں سے واقف نہیں ہیں ۔ یہ عناصر صیہونی یہودی ہیں' اپنی ایک ٹولی کی قیادت میں بین الاقوامی سطح پر منظم ہیں اور دنیا کے تمام یہودیوں کو اپنے خاص کارکنان کے طور پر استعمال کرتے ہیں ۔

عالمی صیہونی ٹولی نے خود مسلمانوں کے اندر سے اپنے ایجنٹ ' چیلے اور مہرے بنا رکھے ہیں اور یہ انہیں اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے کامیابی سے استعمال کررہی ہے برطانوی شہری اور بھارتی نژاد نام نہاد مسلمان سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کی تصنیف ' اشاعت اور تشہیر کے پیچھے اسی صیہونی ٹولی کا ہاتھ ہے ۔ اسی طرح پاکستان میں یہ اپنے چیلوں اور مہروں سے خدا ' رسول ' قرآن اور اسلامی نظریات اور اقدار پر پے درپے وار کررہی ہے ۔ کیا یہ ہم میں ارادے ' ہمت اور خلوص بلکہ ایمان کی کمی کا ثبوت نہیں کہ ہم دشمن کے وار دیکھتے ہوئے بھی اس کے مقابلے کے لئے نہیں اٹھ رہے؟ خدا کے لئے اپنے آپ کو حالات کی نزاکت سے باخبر کیجئے اور اپنے اندر عزم و ہمت پیدا کیجئے۔ دیکھئے! اس اسلامی مملکت پاکستان میں اور اپنے آپ کو اسلامی کہنے والے حکمرانوں کے دور میں ہمارے اپنے دینی جذبات اور ہماری اخلاقی اقدار کو کس بیدردی سے اور کیسے شرمناک طریقوں سے پامال کیا جارہا ہے!

حال ہی میں میری نظر میں لاہور میں شائع شدہ ایک تحریر آئی ہے جس سے میں آپ کے قارئین کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔ اس تحریر میں انتہائی بدکاری کا پرچار کیا گیا ہے ' لیکن اس سے کہیں زیادہ گھناؤنا جرم یہ کیا گیا ہے کہ نہایت مکاری سے پیغبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت گستاخی کی گئی ہے اور ان کی ذات کو توہین کا نشانہ بنایا گیا ہے ۔ تحریر کے مصنف نے سب کچھ سمجھ بوجھ کے کیا ہے اور اسی لئے مکر و فریب کا ہتھکنڈا استعمال کیا ہے۔

تحریر کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں:

اخبار نیشن کا جمعہ میگزین مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء یعنی لاہور کا ——— (The Nation - Friday Review , 27 December 1991) ——— مضمون از ظہیر احمد بھٹہ (Zaheer Ahmad Bhutta) بعنوان " ناپاک گندے الفاظ اور (معاشرے میں) گری ہوئی عورتوں کے متعلق" ——— (On Filthy Words And Fallen Women)

تمام مضمون انتہائی فحش ہے ۔ گندے الفاظ ' جنسیات اور شہوت کے واقعات سے بھرا ہوا ہے ۔ مضمون نگار ظہیر احمد بھٹہ نے نہایت چالاکی سے جو فاسقین اور منافقین کا معمول ہے ' ظاہری طور پر یہ موقف اختیار کیا ہے کہ مضمون کچھ علمی نوعیت کا ہے اور ساتھ ہی ذہنی تفریح کے لئے ہے ' یعنی یہ بے ضرر ہلکی پھلکی تحریر ہے ! یہ صیہونی ٹولی کے ماہرین تحریر و تقریر کا پرانا ہتھکنڈا ہے۔ وہ سائنس اور ادب میں تحقیق کو موضوع بنا کے بد اخلاقی ' بدکاری اور بے دینی کے نظریات کو لوگوں کے ذہنوں میں ڈالتے ہیں ۔ اسی طرح وہ لوگوں کو ہنسنے ہنسانے اور انہیں تفریح طبع بہم پہنچانے کے بہانے سے انہیں جنسیات کی تعلیم و ترغیب دیتے ہیں ۔ یہی ہتھکنڈے اور حیلے ان کے چیلے اور مہرے استعمال کرتے ہیں ۔ اپنے انتہائی شرمناک مضمون کو تحریر کرنے کے لئے ظہیر احمد بھٹہ نے یہ بہانہ بنایا ہے کہ وہ ایک انگریزی لفظ کی ساخت کی تفصیل بتانا چاہتا ہے!۔

ظہیر احمد بھٹہ نے کس حیلے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ان کے عظیم مشن کی تحقیر کی ہے' اسے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مضمون کو پوری طرح سے پڑھا اور سمجھا جائے۔ میں یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ غلاظت کی جو طویل کہانی اخبار نیشن کے جمعہ میگزین کے اس مضمون میں بیان کی گئی ہے ' وہ مغربی ممالک کے کسی سنجیدہ اخبار یا اسکے ذیلی معلومات عامہ کے رسالے میں شاید میں نے کبھی نہیں دیکھی ۔ ظہیر احمد بھٹہ کے مضمون کا ترجمہ (کچھ حصوں کا) مندرجہ ذیل ہے۔

پیرا(۱) میں مضمون کے ابتدائی کلمات یہ ہیں: "ایک لفظ کی طاقت کو معمولی نہ سمجھئے ۔ یہ

ایک بم سے کم نہیں ۔ ممکن ہے یہ آپ کے دشمنوں کو یا خود آپ کو تباہ کردے۔"

پیرا (۴) میں ظہیر احمد ہٹہ لکھتا ہے: "جس لفظ کا میں نے تفصیلی تشریح کے لئے انتخاب کیا ہے ۔ وہ ہے "پروسٹی چیوٹ" (Prostitute) یعنی "عصمت فروش فاحشہ " کیونکہ اس کا ماخذ سنسکرت کا وہی لفظ ہے جس سے بعد میں لفظ پاکستان (Pakistan) وضع کیا گیا ہے ۔ میں لفظ "پاک" (Pak) کا بھی مختصرا ذکر کروں گا چونکہ یہ لفظ اے پی سی (A.P.C) کی طرح دوسرے الفاظ کے ابتدائی حروف کو جوڑ کے بنایا گیا ہے۔"

پیرا (۸) "ایک شام شاہد احمد دہلوی نے ریڈیو پاکستان پر حفیظ جالندھری کی مشہور نظم رقاصہ (Prostitute) گائی ۔ اس کے فورا بعد ریڈیو سے اعلان ہوا "فحش کلامی سے پرہیز کیجئے" ظہیر احمد ہٹہ نے رقاصہ کا ترجمہ پروسٹی چیوٹ کیا ہے ۔ پھر اس واقعہ کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتا ہے : "یہ عبارت اس معاشرے کی عکاسی کرتی ہے جو ظاہری طور پر جنسیات سے نفرت کرتا ہے لیکن ساتھ ہی مرد کی جو کہ اسے (یعنی جنسیات کو) اپنے لئے مہیا کرتا ہے پرستش کرتا ہے اور عورت کو جو کہ اسے (یعنی جنسیات کو) پیش کرتی ہے ملامت کرتا ہے" ان فقرات میں ظہیر احمد ہٹہ نے اسلامی معاشرے پہ چوٹ کی ہے الفاظ اور عبارت کے شائل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چوٹ بہت سمجھ بوجھ کے کی گئی ہے ۔

پیرا (۲۰) میں مشہور امریکی سرمایہ دار پبلشر ولیم رینڈ ولف ہی ارسٹ (W.R Hearst) اور اس کی داشت کا قصہ ہے ۔ اس میں تفریح اور مذاق کا بہانہ بنا کے بدکاری کی تشہیر کی گئی ہے اور اسے زندگی کا معمول بنا کے دکھایا گیا ہے ۔

پیرا (۱۴) میں ظہیر احمد ہٹہ پاکستانی معاشرے کے اسلامی تشخص اور خصوصا معاشرے کے دیندار لوگوں کو تحقیر کا نشانہ بناتے ہوئے لکھتا ہے "عام طور پہ دیندار لوگ اپنی پاکبازی کی خود نمائی میں ایسے ڈوبے ہوتے ہیں اور وہ دکھاوے کی ایسی صورت پیش کرتے ہیں جیسے غیر اخلاقی باتوں نے انہیں کبھی چھوا تک نہیں! جب یہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ٹیلی ویژن دیکھتے ہوئے ان بد چلن افراد (کے پروگراموں) سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے گھروں میں کبھی نہیں آنے دیں گے ، تو وہ لوگ یہ سوچنا بالکل گوارہ نہیں کرتے کہ ان کے بچے جو پوری طرح نہ بھی جاگ رہے ہوں ان کی (اپنے والدین کی) منافقت کو خوب پہچانتے ہیں اور یہ (منافقت) کتنی ہی چالاکی سے کیوں نہ چھپائی گئی ہو ، وہ بچے اس (منافقت) سے نہایت برگشتہ ہوتے ہیں"

پیرا (۱۵) میں عیسائیوں کے ایک مذہبی پیشوا ، پوپ کا ذکر ہے "جس نے تسلیم کیا کہ اس کے بچے حرامی تھے"

(۱۶) سے ۱۸) میں برطانیہ میں ۱۹۸۹ء میں منظر عام پر آنے والے جنسی سکینڈل کے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں بھارتی نژاد بدنام فاحشہ پامیلا کا مرکزی کردار تھا۔

پیرا (۲۰ اور ۲۱) میں نواب علاؤ الدین علائی آف لوہارو کا ذکر ہے کہ وہ در پردہ یہ چاہتا تھا کہ اسے ایک واقف کار کی باندی چوری چھپے اس کے پاس آجائے ۔ اس ایک قصے کو بنیاد بنا کر ظہیر احمد ہٹہ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے کی نیت سے لکھتا ہے "مغلوں کے زوال کے بعد سے ہماری تمام تاریخ اس قماش کی ناجائز آشنائی سے بھری پڑی ہے " ساتھ ہی ہٹہ لکھتا ہے "تاہم اس سے پہلے بھی ہمارے صوفیا ، اگرچہ کہ وہ بدکار عورتوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے ، ان سے نفرت بالکل نہیں کرتے تھے"

پیرا (۲۵) میں ظہیر احمد ہٹہ بدکار عورتوں کی مزید حمایت میں دو واقعات لکھتا ہے "مرزا ہادی حسن رسوا اپنا بہترین ناول ، "امراؤ جان ادا" اس لئے لکھ سکا کہ اس میں فاحشہ عورتوں کے (مثبت) کردار کا صحیح ادراک کرنے کی بڑی صلاحیت تھی ۔ (اسی طرح) گائی ڈی موپیاں (Guy De Maupassant) کے (افسانے ، بال آف فیٹ (Ball Of Fat) کو پڑھنے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ اس عصمت فروش فاحشہ کو گہری محبت اور عزت سے نہ دیکھا جائے جس کا ذکر افسانے میں ہے"

ظہیر احمد ہٹہ کے خیال میں عصمت فروشی کی ذلیل ترین لعنت میں مثبت پہلو بھی ہیں ، چنانچہ پیرا (۲۶) میں وہ لکھتا ہے: "ایک مرتبہ برطانیہ کی پولیس لندن میں عصمت فروشی کو ختم کرنے کے لئے اپنی ایک موسمی مہم میں مصروف تھی کہ برطانوی مصنفہ نینسی میٹ فورڈ (Nancy Mit Ford) نے احتجاجا کہا کہ "پھر نوجوان مرد سیکھیں گے کہاں سے ؟"

پیرا (۲۷۔ ۲۸) میں افسانہ نگار سعادت حسن منٹو اور برطانوی مصنف آسکر وائلڈ (Oscar Wilde) کے حوالے سے عصمت فروشی کا ذکر ہے ۔

پیرا (۲۹ اور ۳۰) میں دو ماہرین نفسیات فرائڈ (Freud) اور کارل جنگ (Carl Jung) کے حوالے سے جنسی شہوت کی تشہیر ہے ۔ دونوں کے مابین ایک گفتگو میں فرائڈ اعتراف کرتا ہے کہ "میں عصمت فروش فاحشہ عورتوں کے بارے میں خواب دیکھتا رہتا ہوں" ۔

پیرا (۳) میں ہی ظہیر احمد ہٹہ اپنی تھیوری کے ثبوت میں لکھتا ہے: "سی ایس لیوس (C.S. Lewis 1898-1963) جو عیسائیت کا معذرت خواہ ہے شکوہ کرتا ہے کہ 'عیسائیت کے اوصاف میں (جو عیسائیوں کو اپنانے ہوتے ہیں) عورت کی عفت سب سے زیادہ نامقبول ہے"۔

پیرا (۳۱) میں سینٹ ٹامس اکیناس (St.Thomas Aquimas) کا حوالہ ہے کہ اس نے عصمت فروشی کے مسئلے کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے کہا کہ: "دنیا سے اگر عصمت فروش فاحشہ کو ہٹا دو گے تو تم دنیا کو لواطت سے بھر دو گے" اس پیرا میں ولیم بلیک (William Blake) کا ذکر کرتے ہوئے ہٹہ لکھتا ہے "اس نے دو سو سال قبل نہایت موزوں بات کہی تھی کہ: جیل خانے قانون کی اینٹوں سے تعمیر ہوتے ہیں اور عصمت فروشی کے اڈے مذہب کی اینٹوں سے" پیرا (۳۲) میں ایک تاریخی قصے کو بیان کر کے ظہیر احمد ہٹہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ عصمت فروش فاحشہ عورتوں کی صحبت میں جانا مردوں کا فطری معمول ہے ۔

ظہیر احمد ہٹہ کا یہ انتہائی تخریبی مضمون کس چالاکی سے تیار کیا گیا ہے اس کا ایک واضح اشارہ مضمون کی اس اسٹیج پہ یعنی پیرا (۳۲) کے فورا بعد مل جاتا ہے پیرا (۳۲) اس ۶۴ پیراؤں کے مضمون کے عین نصف اسٹیج ہے ۔ مضمون نگار جانتا ہے کہ ایک عام قاری بھی اتنا مضمون پڑھنے کے بعد محسوس کر رہا ہوگا کہ مضمون نگار اسلامی معاشرے کے اوصاف کی تحقیر کر رہا ہے اور عصمت فروشی کی نہ صرف کھلم کھلا حمایت کر رہا ہے بلکہ بغیر کہے ہوئے عصمت فروشی کی ترغیب دے رہا ہے ۔ مضمون نگار نہیں چاہتا کہ قاری اس مضمون کو گھٹیا اور یک رنگی تصور کر کے اپنی دلچسپی

کھودے کیونکہ قاری کے ذہن پر مضمون نگار کے حملے اور پھر مضمون کا اصل حملہ تو آگے آئیں گے ۔ مضمون نگار نہیں چاہتا کہ اس پر عصمت فروشی کی تائید کرنے کا الزام لگایا جاسکے۔ اسے اپنی مدافعت کے لئے جواز بنانے کی زیادہ ضرورت اس لئے ہے کہ اسے معلوم ہے کہ جو مہلک وار وہ آگے چل کر کرنے والا ہے اس کے خلاف رد عمل کا بہت امکان ہے چنانچہ ان مصلحتوں کی بناء پہ پیرا (۳۳ اور ۳۴) میں مختصر اور موہوم سا ذکر اس بات کا ہے کہ تعدد ازواج (Polygamy) کا رواج عصمت فروشی کے فروغ کو روکتا ہے۔

ان دو پیروں کے بعد پیرا (۳۶ سے ۵۰) تک ظہیر احمد ہٹ پھر عصمت فروشی کی تشہیر و حمایت کرنے اور اس کی ترغیب دینے والے واقعات پے در پے قلبند کرتا ہے۔

پیرا (۳۶ سے ۳۸) میں ظہیر احمد ہٹ باسکٹ بال کے ایک مشہور امریکی کھلاڑی بل رسل (Bill Russel) اور ایک نوجوان لڑکی کا قصہ بتاتا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ یہ مشہور کھلاڑی جس کا تعارف ظہیر احمد تعریفی الفاظ میں کرتا ہے ' اس دوشیزہ کو مشورہ دیتا ہے کہ اگر تم دولت مند بننے کے لئے واقعی خواہش مند ہو تو زیادہ دام مانگنے والی عصمت فروش عورت بن جاؤ"

پیرا (۴۲) میں ظہیر احمد پھر پاکستان پر ضرب لگاتا ہے "ایک ایسے ملک میں جہاں سمگلنگ اور منشیات کی تجارت کی بناء پر ایک متوازی معیشت رائج ہو ' وہاں آدمی اس قسم کے کئی سکینڈل سننے کی توقع کرسکتا ہے جیسا کہ کچھ ہی عرصہ پہلے ہم نے اسلام آباد میں سنا ۔ ہمارے لئے کرسٹین کیلر (Christine Keeler) اور ہیوئیر ہالینڈر (Xavier Hollander) جیسی فاحشہ عورتوں ' جو دولت کی ریل پیل والے دارالخلافوں میں پھل پھول رہی ہیں ' کی متبادل مادام طاہرہ ہے۔

پیرا (۴۳) میں برطانیہ کے ایک سیکرٹری دفاع جان پروفیو مو (John Profumo) اور عصمت فروش فاحشہ کرسٹین کیلر کے جون ۱۹۶۳ء کے سکینڈل کا ذکر ہے قصے میں ایک فحش شعر بھی درج ہے ' ساتھ ہی ظہیر احمد بتاتا ہے کہ کامیاب عصمت فروش عورتیں اپنی کہانیاں کثیر رقم کے عوض بیچ سکتی ہیں اس ضمن میں فاحشہ ہالینڈر کی مثال دی گئی ہے۔

پیرا (۵۰) سے آگے مضمون کے آخری حصے تک ظہیر احمد ہٹ نے الفاظ کی وضع اور نوعیت پر بحث کرنے کے بہانے سے مضمون کو انگریزی زبان کے انتہائی فحش اور گندے الفاظ سے بھر دیا ہے پیرا (۵۰) کی ابتداء وہ ایسے کرتا ہے: "کیا آپ یقین کریں گے کہ وکٹوریہ دور کے منافقانہ معاشرے نے پروسٹی چیوٹ یعنی عصمت فروش فاحشہ کے مترادف جن الفاظ کو جنم دیا ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے !" پھر ظہیر احمد ہٹ ایسے کئی الفاظ کی نشان دہی کرتا ہے۔ دیگر فحش الفاظ جن کو وہ بحث کے بہانے دانستہ اجاگر کرتا ہے یہ ہیں: Piss ' Shit ' Tit ' Ass انگریزی زبان میں یہ الفاظ مغلظات اور انتہائی گندے الفاظ میں شمار کئے جاتے ہیں ۔ مغرب کی گری ہوئی تہذیب میں بھی عام پڑھا لکھا آدمی ان الفاظ کو تحریر و تقریر میں نہیں لاتا۔

اس فحش مضمون کے آخری پیرا میں وہ شرمناک فقرات ہیں جن کا ترجمہ کرنے پر بھی دل نہیں مانتا ۔ تاہم اس فاسق مضمون نگار کی کرتوت کا پول کھولنا ضروری ہے وہ لکھتا ہے

" میں نہیں چاہتا کہ حرف "P" (پی) جو ' پارٹی ' (Party) کے لئے استعمال ہوتا ہے ' وہ پاکستانی بچوں کے ذہنوں میں پروسٹی چیوٹ (Prostitute) کے ساتھ بھی منسوب ہو کیونکہ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ پیغمبر اسلام Prophet (Pbuh) اور پاکستان Pakistan کے ساتھ منسوب ہو"

ظہیر احمد ہٹ کا یہ غلاظت اور تخریب کاری سے بھرا ہوا تمام مضمون دراصل مضمون کے آخری پیرا میں دئے گئے ' مدعا کے لئے لکھا گیا ہے ۔ مدعا توہین رسالت ہے ۔ مضمون نگار نے واضح کردیا ہے کہ اس کا نشانہ عام پیغمبر نہیں بلکہ پیغمبر اسلام ہے اسی لئے ' اس نے (Prophet) (Pbuh) لکھا ہے ۔ مضون نہایت ہوشیاری سے لکھا گیا ہے ۔ لفظ "پاکستان" کی بے عزتی اس نے مضمون کے شروع میں ہی کردی جب اس نے کہہ دیا کہ "پاکستان" اور "پروسٹی چیوٹ" کا ماخذ ایک ہی ہے ۔ اور پھر آخر میں قاری کو بے عزتی کا یہ نکتہ دوبارہ یاد کرادیا ہے چونکہ مضمون نگار کا مرکزی مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے ساتھ عزت اور تکریم کا جو احساس اور جذبہ لازمی طور پہ ایک مسلمان کے دل و دماغ میں ہوتا ہے اسے ختم کرنے کا ہے ' اور وہ ضرب کاری لگانا چاہتا ہے اس لئے مضمون نگار نے یہ سنگین وار بالکل آخر میں آکے کیا ہے ۔

اس مضمون میں باقی فحش الفاظ کے علاوہ وہ صرف لفظ "پروسٹی چیوٹ" ر "پروسٹی چیوشن" کی تکرار تیس (۳۰) مرتبہ کی گئی ہے ۔ مضمون نگار چاہتا ہے کہ مضمون کے آخر تک پہنچنے تک پڑھنے والے کے ذہن میں لفظ "P" کے حوالے سے "پروسٹی چیوٹ" کا تصور اور لفظ سما چکا ہو ' تاکہ جب مضمون نگار آخر میں "پروسٹی چیوٹ" اور پیغمبر اسلام کے الفاظ کو آپس میں یکلخت جوڑ کے پیش کرے تو یہ نقش پڑھنے والے کے ذہن میں کندہ ہوجائے!

آخری پیرے کو ذرا غور سے پڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ اس کی عبارت بہت ترکیب سے بنائی گئی ہے ۔ اس پیرے کے بالکل آخر میں جو لفظ "IT" یعنی "یہ" لکھا گیا ہے وہ اگرچہ گرائمر کے لحاظ سے حرف "P" (پی) کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن لفظ "پروسٹی چیوٹ" (Prostitute) کے ساتھ بھی جڑ سکتا ہے ۔ یہ ابہام مضمون نگار نے جان بوجھ کر پیدا کیا ہے تاکہ پڑھنے والا یہ تاثر بھی لے سکے کہ لفظ "IT" یعنی "یہ" کا اشارہ لفظ "Prostitute" یعنی "عصمت فروش فاحشہ" کی طرف ہے ' اور اس طرح مضمون نگار کے مرکزی مقصد کی راہ بالکل ہموار ہوجائے۔

اسی آخری عبارت میں مضمون نگار نے "پاکستانی بچوں کے ذہنوں" کا جو خاص ذکر کیا ہے اس میں بڑے زہریلے نکات مضمر ہیں ۔ مجھے یقین ہے آپ ان تمام نکات کو پہچان لیں گے ۔ آپ کو یاد ہونا چاہیے کہ شیطان رشدی کی کتاب کے جو اقتباسات پریس میں آئے تھے ان سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کتاب میں بھی عصمت فروشی کا ذکر ہے

فی الحال ہمیں ان سوالات سے کوئی سروکار نہیں کہ یہ مضمون ظہیر احمد ہٹ نے خود لکھا ' اس سے لکھوایا گیا یا اسے لکھا لکھایا دیا گیا اور آیا اخبار نیشن اور اس کے فرائیڈے ریویو (جمعہ میگزین" کے ایڈیٹر اور پبلشر اس مضمون کو اپنے جریدے میں شائع کرنے سے پہلے اسکی نوعیت سے واقف تھے یا نہیں؟ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انتہائی شرانگیز اور فاسقانہ مضمون دانستہ طور پر بلکہ بہت سوچ اور ترکیب کے ساتھ لکھا گیا

باقی صفحہ ۳۰ پر

شعوری جسارت کر بیٹھا۔ ایک روز اِدھر اُدھر کی باتوں میں مولانا سید متین ہاشمی کی اپنے ساتھ ایک زیادتی کا ذکر انہوں نے تفصیل کے ساتھ کیا (جو اب میرے سینے میں دونوں مرحومین کی امانت کے طور پر دفن ہوچکا ہے) تو چونکہ مولانا سے مجھے نیاز حاصل نہ تھا' گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے میں نے بھی ان کے لختِ جگر سراج منیر کے بارے میں دو باتیں کہہ دیں جن میں سے ایک ان کی عظمت کی دلیل تھی اور دوسری اس تاثر پر مشتمل جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ پھر آسمانِ دانش کا یہ درخشندہ ستارہ جب نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو کچھ دنوں بعد مولانا جعفر قاسمی تشریف لائے' فرمایا سراج منیر پر لکھ دوں' چھاپو گے ؟۔ میں نے عرض کیا کہ میں رسم پوری کرنے کا قائل نہیں' ان کی نماز جنازہ میں موجود نہ تھا' ان کے لئے دعائے مغفرت میں شریک نہ ہوا تو اب تعزیتی مضمون چھاپا کیا اچھا لکھوں گا!

ان دو علیحدہ علیحدہ باتوں کو جوڑ کر مولانا مرحوم نے بعد ازاں سراج منیر مرحوم کی منقبت میں اپنی ایک طویل تحریر میں ٹانک دیا اور یہ "ٹوٹا" پھر "زندگی" میں بھی نقل ہوا۔ اس زیادتی پر اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے' میں نے فراموش کیا۔ خود میں نے ان کے ساتھ اگر کوئی نیکی کی ہے تو اس کے اجر کا اللہ کے سوا کسی سے طالب نہیں اور ان کے حق میں کوئی برائی سرزد ہوئی تو اب روزِ حشر ہی ان سے عفو و درگذر کا طالب ہوسکوں گا۔ ان سے آخری ملاقات میں زیادہ باتیں اسی سلسلے میں ہوئیں۔ طویل وقفے کے بعد دفتر میں تشریف لائے تھے۔ میں نے گلہ کیا کہ میں کونسا کوئی معروف آدمی تھا جو مرحوم سراج منیر کے ذکر میں میرے تاثر کے اضافے سے کچھ حاصل ہوا!۔ فرمایا' تم نے کہا نہیں تھا؟۔ عرض کیا' مجھے انکار نہیں لیکن الگ الگ سیاق و سباق میں کہی دو باتوں کو جوڑنے سے مفہوم کہیں سے کہیں جا پہنچا ہے۔ مجھے ان سے یہ آخری ملاقات اور وہ پوری گفتگو اچھی طرح یاد ہے۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ میری تو کوئی حیثیتِ عرفی نہیں جس میں کسی نقص کا اندیشہ اور پھر ازالے کی ضرورت ہو لیکن ایسے ہی سانحہ سے خود بھی گزر چکا ہوں جس سے اب مولانا متین ہاشمی کا واسطہ پڑا ہے۔ مجھے رنج اس بات کا ہے کہ ان کے دکھ میں اضافہ ہوا ہوگا جس کی نوعیت کو میں اچھی طرح محسوس کرسکتا ہوں۔ اس پر مولانا جعفر قاسمی خاموش سے ہوگئے تھے۔ کچھ دوسری باتوں کے بعد اٹھنے لگے تو مصافحہ کرتے ہوئے ان کی طرف سے الوداعی استفہام یہ آیا۔ ——————

"No hard feelings ?" ——————

—— اور افسوس کہ اپنی زندگی میں میری طرف سے جو آخری جملہ انہیں سننے کو ملا وہ تھا ——————

"I'm sorry Moulana, it's not over."۔

اس واقعاتی تناظر میں اب تنویر قیصر شاہد صاحب کی تحریر کا متعلقہ حصہ پڑھ لیجئے ۔ انہوں نے لکھا اور "زندگی" نے اپنے ادارے کے ایک ذمہ دار لکھنے والے کا لکھا چھاپ دیا کہ :"اس روز متین ہاشمی صاحب خوشگوار موڈ میں تھے۔ میں نے عرض کیا : علامہ صاحب' سراج بھائی کی وفات کے بعد کبھی ان کی یاد نے آپ کو ستایا ؟ وہ مسلسل دس منٹ خاموش رہے۔ مجھے تسلسل کے ساتھ گھورتے رہے۔ پھر سپاٹ لہجے میں فرمایا: "جس روز ہفت روزہ "ندا" میں اقتدار صاحب کا مضمون سراج کے بارے میں شائع ہوا اور چند روز بعد جعفر قاسمی صاحب نے مضمون شائع کیا' یہ دونوں مضامین شائع ہوئے تو میرے ایک واقف کار نے دونوں رسالے لا کر دے۔ میں نے دونوں پڑھے۔ اس روز سراج کی یاد نے بہت تنگ کیا۔۔۔ الخ" اور پھر یہ صراحت "یاد رہے کہ ہفت روزہ "ندا" میں اس کے مدیر جناب اقتدار احمد نے سراج منیر کی وفات پر ایک آرٹیکل شائع کیا جس کا ایک فقرہ تھا کہ میں سراج کے جنازے میں اس لئے دانستہ شریک نہ ہوا کہ وہ بھاری تھا اور بھاری مفسد ہوتے ہیں۔ اور پندرہ روزہ "آف دی ریکارڈ " میں معروف صوفی دانشور جناب جعفر قاسمی (اب یہ بھی اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں) کا مضمون شائع ہوا جس میں مضمون نگار نے سراج منیر (مرحوم) کو حکمرانوں کے دستر خوانوں کا۔۔۔ قرار دیا تھا۔ ان دونوں مضامین کی اشاعت اور ان میں سراج منیر کے حوالے سے جس لہجے میں بات کی گئی تھی' صابر و شاکر سید متین ہاشمی کے دل کو چھلنی کر گئی۔۔۔ الخ"

اپنا قصور تو میں نے تسلیم کر لیا کہ عذرِ گناہ بد تر از گناہ ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ تنویر قیصر شاہد صاحب "ندا" کے کس آرٹیکل کا ذکر کررہے ہیں ؟ ۔ میں پوری ذمہ داری سے یہ عرض کرتا ہوں کہ "ندا" میں کسی بھی وقت مرحوم سراج منیر کی مدح یا ذم میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا۔ اس پرچے کی مکمل فائل میرے پاس موجود ہے' کئی دوستوں کی لائبریریوں میں بھی محفوظ ہوگی' میرے دعوے کی تصدیق میں آسانی سے دیکھی جاسکتی ہے۔ تو آخر کسی صاحب نے "ندا" کا کون سا پرچہ مولانا متین ہاشمی مرحوم و مغفور کے سامنے لا کر رکھا تھا؟۔ رہا معاملہ مولانا جعفر قاسمی مرحوم کے مضمون کا تو "آف دی ریکارڈ" میں ان کی جس طویل اور باتصویر تحریر میں میرا تذکرہ تھا' اس میں سراج منیر کی تعریف میں اچھی سے اچھی بات درج تھی اور میری یاد داشت کے مطابق ان کی کسی بشری کمزوری تک کی طرف کوئی اشارہ نہ تھا۔ روایت مندرجہ بالا میں مولانا جعفر قاسمی کی کس دل آزار تحریر کا حوالہ ہے جو "ندا" کے ساتھ بطور "شریک مجرم" مولانا مرحوم کے روبرو پیش ہوئی؟۔ مرحوم مولانا ہاشمی کے منہ میں جھوٹ ڈالنے سے مقصود کیا ہے ؟۔ میں اس سارے قصے کو پڑھ کر حیران ہوتا ہوں کہ آسمان اور کس سفید جھوٹ پر گرنے کی سوچے گا ؟۔ کیا خوب' قیامت کا بھی ہوگا کوئی دن اور!۔ سچ ہی تو ہے کہ ۔

اب منتظرِ شوقِ قیامت نہیں غالبؔ
دنیا کے ہر اک ذرے میں سو حشر بپا ہیں

موقر "زندگی" اور اپنے وقائع نگار دوست سے بس اتنی التماس ہے کہ ۔

دشمنی ہوچکی بقدرِ وفا
اب حقِ دوستی ادا کیجے

اور آخر میں ایک جملہ معترضہ۔ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے لیکن صحافت میں صنعت بننے کے بعد شاید سائنس کے کمالات بھی آگئے ہیں کہ بیسئے لگا کر جھوٹ کی اس معذوری کی تلافی کی جانے لگی لیکن مجیب الرحمان شامی کی صحافت کو اللہ تعالیٰ اس ترقی سے محفوظ ہی رکھے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔○○

اعتذار

ندائے خلافت کا پچھلا شمارہ بجلی کی آنکھ مچولی اور مدیر کی علالت کے باعث بروقت تیار نہ ہوسکتا تھا لہٰذا ناغے میں عافیت محسوس ہوئی۔ زیر نظر پرچہ دو شماروں کا قائم مقام ہے اور صفحات بڑھانے کے باوجود اس کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا گیا تاکہ ہماری کوتاہی کی کچھ تلافی ہوجائے --- (ادارہ)

بقیہ خطوط آپ کے

مورخہ ۲۲ جنوری ۹۲ء آپ کی طرف سے وصول ہوا اس گرامی قدر خط سے معلوم ہوا کہ داعی تحریک نے آپ کو تحریک کا ناظم مقرر کیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی ہدایت کے مطابق ۳۱ جنوری ۹۲ء کو معاونین کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکا کیونکہ اس دن ایک قریبی رشتہ دار کی موت واقعہ ہوگئی تھی انشا اللہ تعالیٰ آئندہ مجالس میں ضرور حاضر ہوا کرونگا۔

برادر محترم! میری زندگی کی ۲۷ ویں منزل گزر چکی ہے۔ مدتوں سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسی تحریک اٹھے جو خلافت کی حامی ہو۔ الحمد للہ میں نے ۲۵ دسمبر ۱۹۹۱ء کو تنظیم اسلامی کے جلسہ میں شریک ہو کر شمولیت کی دعوت کو قبول کر لی اور میرے ضعیف دل میں خلافت کے لوٹ آنے کی امید پیدا ہوئی ہے الحمد للہ تحریک کا ترجمان "ندائے خلافت" بھی وجود میں آگیا۔ خدا کرے نوجوانوں کے دلوں میں ندائے خلافت سما جائے۔ خلافت کی بحالی نہ دیکھ سکوں تو نہ سہی، مگر مسلمانوں کو تحریک خلافت کے لئے سر گرم عمل ہوتے تو دیکھ لوں گا جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں عوام الناس میں خلافت کی خوبیاں اور اس کی برکتیں بیان کرتا پھروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

"ندائے خلافت" خود بھی پڑھونگا اور لوگوں کو بھی پڑھنے کے لئے دونگا اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ داعی تحریک اور ناظم تحریک کو درازی عمر کا ملہ اور عاجلہ صحت اور صبر و استقامت سے نوازے۔ آمین اللہ تعالیٰ سب معاونین تحریک کو جوش اور سچے جذبہ کے ساتھ تحریک کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

محمد رفیع الدین
گجرات

آپ کا ہفت روزہ "ندائے خلافت" جو اسلام اور عالمی سیاسیات کے تناظر میں تبصروں پر مشتمل ہوتا ہے، کبھی کبھار پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کے مضامین مبنی برحق ہوتے ہیں۔ دعا گو ہوں کہ جہانوں کا پروردگار ندائے خلافت میں لکھنے والوں کو اسی معیار پر رکھے۔ میں اس کا سالانہ خریدار بننا چاہتا ہوں۔ مندرجہ ذیل پتہ پر بھیج دیں۔ اپنے قوائد و ضوابط لکھیں تاکہ سالانہ مطلوبہ رقم ارسال کر سکوں۔

گلزار حسین
شاہ کوٹ۔ فیصل آباد

بقیہ "پی" سے پاکستان...

ہے جن مقاصد کے لئے لکھا گیا ہے وہ بھی عیاں ہیں۔ اس کی اشاعت بھی دانستہ کی گئی۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ اس مضمون کے مصنف اور رسالے کے ایڈیٹر اور پبلشر کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے یعنی ہمیں قانونی کارروائی کرنی چاہیے۔ جس کے لئے باہمی مشورے اور سوچ بچار کرنی ہوگی اور متفق اور متحدہ ہو کے اس معاملے کو اٹھانا اور آگے بڑھانا ہوگا میری گزارش ہے کہ پاکستان کے مسلمان اپنے سیاسی یا ذاتی اختلافات کو ایک طرف رکھ کے علمائے کرام اور دینی سوچ والے وکلاء اور دانشوران کے ساتھ فوری رابطہ قائم کریں اور لائحہ عمل تیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی ○○

بقیہ دوسرا سبق

ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ ارشاد فرمایا ہو مگر یہ نہ فرمایا ہو کہ "اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں ایمانداری نہیں اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جو اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا نہیں کرتا۔ (مسلم و بخاری)

○○۔

بقیہ تجزیہ

ہندوستان اور پاکستان میں جنگ چاہتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ جنگ کے بعد ہی یہ ملک ملاپ کا مزا لے سکیں گے اس لئے جنگ بندی لائن پار کرنے کی کوشش جنگ کے حالات کی طرف لے جانے کے سلسلہ کی کڑی ہے اور یہ کڑی ابھی اور آگے جا کر جنگ پیدا کرے گی جس سے ہمارے حکمران بچنا چاہتے ہیں۔ ضروری بھی ہے کہ اس جنگ سے بچا جائے کیونکہ جنگ ہو گئی تو یہ برصغیر کی تباہی پر منتج ہو گی۔ ○○

بقیہ خاکم بدہن

پر اترنے کے بعد کیا گذرے گی جو ایک طویل عرصہ ہمارا مقدر بنی رہنے والی ہیں۔ پناہ بخدا' یاد آیا کہ پچھلے دنوں ہم پی آئی اے کی ایک نئی نویلی "ایئر بس" پر کراچی سے سوار ہوئے اور ڈیڑھ گھنٹے تک اس کے خرام ناز سے لطف اندوز ہوتے رہے تھے کہ اتر کر لاہور کے رن وے پر دوڑتے ہوئے اس کی چیخیں نکل گئیں، غریب کے انجر پنجر ڈھیلے ہو گئے تھے۔ موٹر وے پر پھسلنے والی بے زبان گاڑیوں کی بد دعائیں بھی آخر کسی پر تو پڑیں گی جو عام سڑکوں پر چلتے ہوئے ان کے ایک ایک کل پرزے سے نکلتی سنائی دیں گی!۔ کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں۔ ○○

بقیہ خلافت کا اقتصادی نظام

تھے۔ تاہم یہ بات صحیح ہے کہ افتاء اور قضاۃ کے مناصب علماء کے پاس ہوتے تھے اور ان کا تعلق سرکار دربار کے ساتھ رہتا تھا۔ اس تعلق سے کچھ خرابیاں آ ہی جاتی تھیں۔

ایک ولی اللہ کی روشن مثال

صوفیائے کرام سرکار دربار سے کوسوں دور رہتے تھے۔ نظام الدین اولیاءؒ کے دور میں چھ بادشاہ گذرے۔ کسی سے ملاقات نہیں کی اور ایک بادشاہ' علاؤ الدین خلجی کے بارے میں تو آتا ہے کہ اس نے کئی بار کہلوایا کہ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ فرمایا اجازت نہیں ہے۔ پھر کہلوایا کہ دروازہ کھلا ہے جیسے اور لوگ آتے ہیں میں بھی آ جاؤں گا۔ جواب بھیجا کہ فقیر نے اپنے گھر کے دو دروازے رکھے ہوئے ہیں' بادشاہ ایک دروازے سے داخل ہو گا تو فقیر دوسرے دروازے سے نکل جائے گا۔ ہمارے نظام معیشت میں روحانیت کا حکم بھی یہی ہے۔ کروڑوں میں سے چند لوگ بھی اگر ایسی زندگی گذار لیں تو قدریں بن جاتی ہیں۔ پھر یہ بات نہیں ہوتی کہ جس کے پاس پیسہ ہے یا جائیداد ہے' چاہے وہ حرام کمائی سے حاصل کیا ہو' اسی کی عزت ہو گی۔ لیکن اگر کچھ لوگ اس درجے کے ہوں تو لوگ ان سے متاثر ہو کر رہیں گے۔ ہارون الرشید کے زمانے میں اس کی ملکہ زبیدہ نے کہا کہ تم کہاں کے خلیفہ اور بادشاہ بنے پھرتے ہو' خلق خدا تو فلاں درویش پر ٹوٹی پڑتی ہے۔ لوگوں کے اندر وہ انتہائی محبوب آدمی ہے' جبکہ تمہاری عزت جبری ہے۔ اسلامی معاشرے کی اقدار یہ تھیں!۔ (جاری ہے)

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36 -K,Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

اُٹھو ورنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا!

امریکہ

بھارت اور اسرائیل

کے دباؤ کا مقابلہ

اللہ اور رسولؐ سے صلح کے بعد
ہی ممکن ہے! — جس کے لیے

سود کا کامل انسداد لازمی ہے

اللہ اور اس کے رسولؐ سے
جنگ بندی کے لیے
ہفتہ ۲۲ فروری ۹۲ء ۲ بجے دوپہر

احتجاجی مظاہرے

کارپردازانِ حکومت اور رہنمایانِ ملت سے اسلام اور پاکستان
کے نام پر اپیل کہ خدارا ساری توجہ

وفاقی شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے

کے نفاذ اور متبادل نظام کی تلاش پر مرکوز کریں اور قیمتی وقت کو حیلوں بہانوں اور چور دروازوں کی جستجو میں ضائع کرکے
والعصر اِنَّ الانسان لفی خسرٍ کے مصداق نہ بنیں!

— اس ضمن میں —

تنظیم اسلامی و تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں پُرامن احتجاجی مظاہرے کیے جائیں گے

الداعی الی الخیر: ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان